دینی امور پر اجرت
اور
تراویح پڑھانے کی خدمت

مولف

حضرت مولانا

مُجِیبُ الرَّحمٰن دامت برکاتہم

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور، خادم دارالعلوم ماہڑہ،
تحصیل پروآ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان

نام کتاب	:	دینی امور پر اجرت اور تراویح پڑھانے کی خدمت
اشاعت اول	:	نومبر 2022
اشاعت دوم	:	مارچ 2023
نام مرتب	:	حضرت مولانا مجیب الرحمٰن دامت برکاتہم
ناشر	:	المكتبة العلمية الاشرفية
تعداد	:	
ترتیب وتزئین	:	آفتاب احمد جوئیہ 0334-7238918

فہرست

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاء وَالْمُرْسَلِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ وَعَلَيْنَاوَعَلٰى مَنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ، اَمَّابَعْدُ

تراویح پڑھانے والے، تراویح میں قرآن مجید سنانے والے حفاظ و قراء کرام کو مقتدیوں کی طرف سے جو ہدایا اور عطیات ملتے ہیں ان کے شرعی حکم سے متعلق بندہ کا موقف عرصہ سے نرم تھا، اُس کی دیگر وجوہات کے ساتھ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ دیہاتوں میں سال کے اکثر دنوں اماموں کو نمازیوں کی طرف سے کچھ نہیں دیا جاتا، سال میں صرف ایک بار فصل پر اور پھر تراویح سنانے پر کچھ خدمت کر دی جاتی ہے، وہ بھی اُن پر احسان ڈال کر، اور اُس کی وجہ سے اماموں سے غلاموں کا سا سلوک ہوتا ہے، نماز میں ذرا سی دیر ہونے پر اُن کو ڈانٹا جاتا ہے، اور یوں سمجھا جاتا ہے کہ اِن کو تو پیسہ کی ضرورت بھی نہیں، اور کئی تو یہاں تک سمجھتے اور کہتے ہیں کہ مولویوں کے پاس پیسہ آجائے تو یہ مست ہو جاتے ہیں، اس لئے اِن کے پاس زیادہ پیسہ نہ ہونا چاہیئے، اِس کے ساتھ اُس کے ذمہ کا کام نماز پڑھانا بھی ہے، اذان دینا بھی ہے، مسجد کی خدمت اور صفائی بھی ہے، صفیں بچھانا بھی ہے، بچوں کو بھی پڑھائے گا، میت کو غسل بھی دے گا، جب کہیں گے طلباء سمیت ختم بھی پڑھ دے گا، لیکن ہر ماہ تنخواہ نہیں ملے گی، فصل پر کچھ مقدار دی جائے گی جس کے لئے ایک ایک در اور گھر جائے گا، اور پھر تراویح کے ختم والے دن کچھ ملے گا، اب اگر کہہ دیں کہ تراویح پڑھانے پر کچھ دینا اور لینا حرام ہے، تو اب یہ امام کِدھر جائیں؟ کہیں تراویح پڑھانے والے

غریب طلباء ہوتے ہیں، جن کو تراویح پر کچھ ملتا ہے تو وہ کچھ وقت تک طلبِ علم آسانی سے کر لیتے ہیں۔

اکثر کتابیں اور فتاوٰی جو سامنے آتے تھے، اُن میں تراویح پر کچھ لینے دینے کی ممانعت درج ہوتی تھی، تلاش کرنے سے اس بارے میں سب سے پہلے کچھ نرمی کا موقف جو بندہ کے سامنے آیا وہ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا تھا، پھر حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت بھی سامنے آئی، پھر چند مزید فتاوٰی بھی سامنے آئے، یہاں تک کہ حضرت مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی صاحب دامت برکاتہم (پالنپور) کا ایک سو چالیس صفحات پر مشتمل رسالہ "اجرتِ تراویح اور خدمتِ امام" سامنے آیا، تو دل میں کافی اطمینان وسکون کی کیفیت پیدا ہوئی۔

خیال ہوا کہ ایسے مختلف فتاویٰ اور حوالہ جات کو سامنے رکھ کر آسان انداز میں اِس پر لکھا جائے، اِسی مقصد کے لئے قلم کو حرکت دی، اللہ تعالی میرے لئے آسانی فرمائیں اوراِس تحریر کو قبولِ خاص وعام فرمائیں آمین۔

خیال رہے کہ ہمارا مقصود تراویح پر کچھ لینے دینے کے مسئلہ میں اپنا موقف دینا نہیں (ہم چھوٹوں کی اپنی رائے کی کیا حیثیت؟) بلکہ بڑوں کی عبارات میں مذکور دوسرا رُخ واضح کرنا اور عوام کو حفاظ و قراء کے اعزاز واکرام کی ترغیب ہے، مگر حفاظ و قراء کرام سے بھی گزارش ہے کہ وہ محض تراویح پر زیادہ رقوم حاصل کرنے کو پیشہ نہ بنائیں، اوراِس کے لئے جگہ جگہ مارے نہ پھریں، نہ کہیں مطالبہ کریں، اُن کی غرض محض اللہ تعالی کی رضا کے

لئے مساجد میں ایک شعارِ دین کو قائم رکھنا ہو، مقتدیوں کی طرف سے خوشی سے جو کچھ ملے کم ہو یا زیادہ دینے والوں کا دل رکھنے کے لئے لے لیں، لالچ نہ رکھیں، نہ کسی پر ناراض ہوں۔

اِس مسئلہ سے متعلق جن اکابرین نے دوسرا موقف اختیار فرمایا ہے ،وہ بھی ہمارے سامنے ہے ،لیکن جن اکابرین نے اس بارے میں نرم پہلو اختیار کیا ہے، اہلِ مساجد کے مذکورہ بالا رویہ کو اور اماموں کی حالتِ زار کو دیکھ کر دورِ حاضر میں زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے، بالخصوص جب کہ مفتیانِ کرام علماءِ عظام کے ارد گرد تراویح پڑھانے والے حفاظ و قراء اور بہت سے مقامات پر علماء فضلاء اِس موقف کی عملی مخالفت کرتے نظر آتے ہیں، عدم جواز کا موقف رکھنے والے اداروں کے کئی مدرسین بھی اِس میں ناموافق ہیں، اس لئے حرمت کے فتاوی جاری کر کے عوام کے اذہان کو حفاظ و قراء سے بد ظن کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

باب اول

دینی امور پر اجرت سے متعلق متقدمین کا موقف

اس بارے میں بحث کا اصل عنوان تھا "دینی امور پر اجرت" بحث کی تفصیل میں جانے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجرت کی تعریف کی جائے، کہ اُجرت کس کو کہتے ہیں؟

فصل اول

اجرت اور ہدیہ کی وضاحت:

اجرت اور اجارہ دونوں کا مادہ ایک ہے، اور دونوں لازم وملزوم ہیں، اور اجارہ کی تعریف یہ ہے۔

تَمْلِيْكُ الْمَنَافِعِ بِعِوَضٍ (المغرب فی ترتیب المعرب جلد۱، ص۲۸، ط مکتبہ اسامہ بن زید حلب)

منافع کا مالک بنانا عوض کے بدلے۔

اَلْاُجْرَةُ اَلْعِوَضُ الْمُسَمّٰى فِيْ عَقْدِ الْاِجَارَةِ (المطلع علی الفاظ المقنع جلد۱: ص ۶۵ ط مکتبۃ السوادی)

اجرت عقدِ اجارہ میں متعیّن کیے ہوئے عوض کا نام ہے۔

فَالْاِجَارَةُ بَيْعُ الْمَنْفَعَةِ لُغَةً وَلِهٰذَا اسَمَّاهَا اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ بَيْعًا وَاَرَادُوْا بِهٖ بَيْعَ الْمَنْفَعَةِ وَلِهٰذَا سُمِّيَ الْبَدَلُ فِي الْعَقْدِ اُجْرَةً ، وَسَمَّى اللّٰهُ بَدَلَ الرِّضَاعِ اَجْرًا فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ، وَالْاُجْرَةُ بَدَلُ الْمَنْفَعَةِ لُغَةً وَلِهٰذَا سُمِّيَ الْمَهْرُ فِيْ بَابِ النِّكَاحِ اَجْرًا بِقَوْلِهٖ تَعَالٰى فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَآتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ اَیْ مُهُوْرَهُنَّ لِاَنَّ الْمَهْرَ بَدَلُ مَنْفَعَةِ الْبُضْعِ (بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع ۱۶: ۴ ط رشیدیہ کوئٹہ)

اجارہ لغت میں منفعت کو فروخت کرنا ہے، اس لئے اہل مدینہ اجارہ کو بیع کا نام دیتے ہیں، اور مراد منفعت کو فروخت کرنا لیتے ہیں، اسی لئے عقد میں ملنے والے بدل کا نام اجرت رکھا گیا، اللہ تعالی نے فَاِنۡ اَرۡضَعۡنَ لَکُمۡ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ میں دودھ پلانے کے عوض کو اجرت فرمایا، اجرت لغت میں منفعت کا بدل ہے، اسی لئے نکاح کے باب میں مہر کو اللہ تعالی کے اس فرمان فَانۡكِحُوۡهُنَّ بِاِذۡنِ اَهۡلِهِنَّ وَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ میں اجرت فرمایا گیا کیوں کہ مہر عضو خاص سے منفعت کا بدل ہے۔

اجارہ اور اجرت سے متعلق قرآن وسنّت کی بے شمار نصوص ہیں، جنہیں ذکر کرنے کی ضرورت نہیں، قرآن وسنّت اور لغت سے واضح ہوتا ہے کہ کسی منفعت کا وہ عوض اجرت ہے، جو قیمت اور ثمن بننے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور اجیر ومستاجر کے مابین متعیّن اور طے ہو جائے، اجرت میں "طے کرنے، متعیّن کرنے" کا معنی لازم ہے، بغیر تعین اجرت نہیں کہی جاسکتی۔

اور ھدیہ کیا ہے، کتب لغت وکتب فقہ میں ہے

اَلۡهِبَةُ وَالۡهَدِيَّةُ وَالۡعَطِيَّةُ كُلٌّ مِنۡهَا تَمۡلِيۡكٌ بِلَا عِوَضٍ، اِلَّا۔۔۔۔اِذَا كَانَ لِلۡمُوَاصَلَةِ وَالۡوِدَادِ فَهِبَةٌ وَاِنۡ قُصِدَ بِهِ الۡاِكۡرَامُ فَهَدِيَّةٌ (الموسوعة الفقهية الكويتية ۲۶:۳۲۴ط وزارة الاوقاف)

ہبہ ھدیہ اور عطیہ اِن میں سے ہر ایک کا مفہوم یہ ہے کہ بغیر عوض کسی کو مالک بنانا ہے، البتہ یہ تملیک آخرت کے ثواب کے لئے ہے تو صدقہ ہے، اور تعلق جوڑنے اور محبت کے لئے ہے تو ہبہ ہے، اور اگر اکرام مقصود ہے تو ھدیہ ہے۔

اَلۡهَدِيَّةُ هِيَ الۡمَالُ الَّذِيۡ يُعۡطٰى لِاَحَدٍ اَوۡ يُرۡسَلُ اِلَيۡهِ اِكۡرَامًا لَهٗ (مجلة الاحكام العدلية ص۲۵۱، ط دار ابن حزم)

ھدیہ وہ مال ہے جو کسی کے اکرام کی نیت سے اُس کو دیا جاتا ہے یا اُس کے پاس بھیجا جاتا ہے۔

اَلْھَدِیَّۃُ مَایُوْخَذُ بِلَاشَرْطِ الْاِعَادَۃِ (التعریفات للجرجانی ص۱۷۲، ط رحمانیہ لاہور)

ہدیہ وہ ہے جو لیا جائے اور واپسی کی شرط نہ ہو۔

اَلْھَدِیَّۃُ مَابَعَثْتَہٗ لِغَیْرِکَ اِکْرَامًا لَہٗ (التوقیف علی مھمات التعریفات ص۳۴۳، ط عالم الکتب قاہرہ)

ہدیہ وہ ہے جو تو کسی دوسرے کے اعزاز واکرام کی وجہ سے اُس کے پاس بھیجے۔

ھِیَ شَیْئٌ یُعْطٰی لِلْمَوَدَّۃِ یُرَادُ بِھَا اِکْرَامُ الْمُھْدٰی لَاغَیْرُ (کشاف اصطلاحات الفنون والعلوم ۱۷۴۰:۲)

ہدیہ وہ چیز ہے جو محبت کی وجہ سے دی جاتی ہے جس سے مقصود صرف اُس کا اکرام ہے جس کو ہدیہ دیا جاتا ہے، کچھ اور مقصود نہیں ہوتا۔

عِنْدَ الْمَالَکِیَّۃِ وَالْحَنَفِیَّۃِ وَالشَّافِعِیَّۃِ وَالْحَنَابِلَۃِ وَالْاَبَاضِیَۃِ تَمْلِیْکُ عَیْنٍ بِلَاعِوَضٍ اِکْرَامًا لِلْمُھْدٰی لَہٗ (القاموس الفقھی ۳۶۷:۱ط دارالفکر دمشق)

مالکیہ حنفیہ شافعیہ حنابلہ اور اباضیہ کے نزدیک ہدیہ بغیر عوض کے کسی عین چیز کا مالک بنانا ہے جس کو ہدیہ دیا جاتا ہے اُس کے اعزاز واکرام کے ارادے سے۔

اِن سب عبارات سے واضح ہے کہ ہدیہ وہ ہے جس کی شرط و تعیین نہ کی گئی ہو اور اعزاز و اکرام کے لئے دے دیا جائے، جب کہ اُجرت میں شرط و تعیین ہوتی ہے اور ضروری نہیں کہ اعزاز واکرام مقصود ہو، دونوں کی لغوی واصطلاحی تعریفات سے واضح ہوا کہ یہ دونوں باہم متضاد چیزیں ہیں، ایک چیز نہیں ہیں، چنانچہ حدیث عسب فحل بھی ہدیہ واُجرت کا فرق واضح کرتی ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ کِلَابٍ سَأَلَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ فَنَھَاہُ. فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّا نُطْرِقُ الْفَحْلَ فَنُکْرَمُ فَرَخَّصَ لَہٗ فِی الْکَرَامَۃِ (سنن الترمذی ۱۵۳:۱ط فاروقی کتب خانہ ملتان)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے کہ بنو کلاب کے ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نر کے مادہ سے ملاپ کرانے پر اجرت سے متعلق پوچھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا، تو اُس نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نر کو مادہ پر چھوڑتے ہیں تو ہمارا اکرام کیا جاتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس اکرام کے لے لینے کی اجازت دی۔

جب نر جانور کو مادہ سے ملایا جائے، تو نر جانور کا مالک مادہ جانور والے سے اجرت طے کر کے لے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس سے منع فرمایا کتب فقہ میں اِس کا ذکر اجارہ فاسدہ میں آیا ہے، لیکن نر جانور کے مالک نے نہ اجرت کا ذکر کیا نہ بعد میں اجرت مانگی، مگر مادہ جانور کے مالک نے اُس کو بطور اکرام کچھ دے دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس کی اجازت دے دی، اس سے معلوم ہوا کہ جو رقم طے ہو وہ تو اجرت ہے، لیکن جو بغیر مانگے دیا جائے وہ اجرت نہیں اکرام ہے، سوال کرنے والا صحابی عربی ہے ، اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افصح العرب ہیں، اُس صحابی نے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر مانگے کچھ ملے تو اُس کو اکرام و کرامت فرمایا ہے اور اکرام و کرامت سمجھا ہے۔

کتبِ فقہ سے بھی اجرت اور ہدیہ کا فرق خوب واضح ہوتا ہے

وَلَا يُعْطَ أُجْرَةَ الْجَزَّارِ الخ أَمَّا لَوْ أَعْطَاهُ لِفَقْرِهِ أَوْ عَلٰى وَجْهِ الْهَدِيَّةِ فَلَا بَأْسَ بِهِ (تبيين الحقائق ج6 ص9 ط المطبعة الكبري الاميرية بولاق مصر)

قصائی کو قربانی کے جانور کی کھال اجرت میں دینا جائز نہیں، لیکن اگر اُس کے غریب ہونے کی وجہ سے دے یا بطور ہدیہ دے تو کچھ حرج نہیں۔

اِس مسئلہ سے واضح ہوتا ہے کہ قصائی کو قربانی کی کھال دینا پہلے سے شرط نہ ہو اور دی جائے تو ہدیہ ہے، اور شرط ہو تو اُجرت ہے۔

امام ابو بکر محمد بن ابی سہل سرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں،

فَاِنْ عَرَفَ الْقَوْمُ حَاجَتَهٗ فَوَاسَوْهُ بِشَيْئٍ فَمَا اَحْسَنَ ذَالِكَ بَعْدَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ عَنْ شَرْطٍ، لِاَنَّهٗ فَرَغَ نَفْسَهٗ لِحِفْظِ الْمَوَاقِيْتِ وَاِعْلَامِهٖ لَهُمْ فَرُبَمَا لَا يَتَفَرَّغُ لِلْكَسْبِ فَيَنْبَغِيْ لَهُمْ اَنْ يُّهْدُوْا اِلَيْهِ بِهَدْيَةٍ فَقَدْ كَانَ الْاَنْبِيَآءُ وَالرُّسُلُ صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِمْ يَقْبَلُوْنَ الْهَدْيَةَ وَعَلٰى هٰذَا قَالُوْا اَلْفَقِيْهُ الَّذِىْ يُفْتِىْ فِىْ بَلْدَةٍ اَوْ قَرْيَةٍ لَا يَحِلُّ لَهٗ اَنْ يَّأْخُذَ عَلَى الْفُتْيَا شَيْئًا عَنْ شَرْطٍ. فَاِنْ عَرَفُوْا حَاجَتَهٗ فَاهْدُوْا اِلَيْهِ فَهُوَ حَسَنٌ لِاَنَّهٗ مُحْسِنٌ اِلَيْهِمْ فِىْ تَفْرِيْغِ نَفْسِهٖ عَنِ الْكَسْبِ وَحِرَاسَةِ اَمْرِ دِيْنِهِمْ فَيَنْبَغِىْ اَنْ يُّقَابِلُوْا اِحْسَانَهٗ بِالْاِحْسَانِ اِلَيْهِ (المبسوط للسرخسی ۱۴۰:۱ط دارالمعرفہ بیروت)

(متقدمین فرمارہے ہیں کہ مؤذن کو اجرت تو نہیں دی جاسکتی لیکن) اگر لوگ اُس کا حاجت مند ہونا معلوم کریں اور کچھ دے کر اُس سے ہمدردی کریں تو یہ بہت اچھا ہے جب کہ یہ شرط کر کے نہ ہو، کیوں کہ اُس نے اپنے کو اوقات کا خیال رکھنے اور لوگوں کو وقت کی اطلاع کرنے کے لئے فارغ کیا ہے، کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ کبھی وہ کمانے کے لئے فارغ نہ ہو، تو لوگوں کو چاہیئے کہ اُس کو ہدیہ پیش کیا کریں، کیوں کہ انبیاء اور پیغمبر علیہم السلام بھی ہدیہ قبول کرتے تھے، اِسی بناء پر فقہاء نے کہا ہے کہ وہ عالم جو کسی شہر یا گاؤں میں فتوی دیتا ہے اُس کے لئے فتوی پر شرط کر کے کچھ لینا تو جائز نہیں، لیکن لوگوں کو اُس کی حاجت مندی معلوم ہو اور ہدیہ پیش کریں تو اچھا ہے، کیوں کہ اُن پر اُس کا احسان ہے کہ اپنے کو کمائی سے فارغ کیا ہے اور لوگوں کے دینی کام کا خیال رکھے ہوئے ہے، تو لوگوں کو بھی چاہیئے کہ اُس کے احسان کے بدلے میں اُس کے ساتھ احسان کریں۔

متقدمین کی یہ عبارت صاف بتاتی ہے کہ پہلے سے شرط ہو کہ مؤذن کو اذان پر کچھ دیا جائے گا تو مؤذن کو وہ مشروط دینا اُجرت ہے، لیکن شرط نہ ہو اُس کی حاجت مندی کے سبب دے دیا جائے تو یہ ہدیہ ہے اُجرت نہیں ہے۔

ایسے ہی شہر یا گاؤں کا مفتی صاحب لوگوں کو مسائل بتاتا اور لکھ دیتا ہے، اگر پہلے سے کچھ لینے دینے کی شرط ہو تو یہ فتوٰی پر اُجرت ہے، اور شرط نہ ہو اور لوگ اُس کی ضروریات وحاجات کے لئے دے دیا کریں تو یہ ہدیہ ہے اُجرت نہیں ہے، اس لئے اس کے لینے دینے میں کوئی قباحت نہیں۔

اِس عبارت سے سمجھ آتا ہے کہ یہی بات ہر دینی کام کرنے والے سے متعلق ہے۔

یہاں خیال رہے کہ متقدمین شرط کی ہوئی اُجرت کو تو ناجائز کہہ رہے ہیں، لیکن بغیر شرط کچھ دینے لینے کو صاف صاف ہدیہ کہہ رہے ہیں، اور اُس کو صرف جائز نہیں کہہ رہے، بلکہ لوگوں کو ترغیب بھی دے رہے ہیں کہ اِن حضرات کو اِن دینی کاموں میں مشغول ہونے کے سبب ہدایا دیا کریں، اور دینی کام کرنے والوں کو سمجھا رہے ہیں کہ ہدایا قبول کرلیا کریں کیوں کہ ہدایا قبول کرنا انبیاء ورُسُل علیہم السلام کی سنت ہے۔

یہ صریح عبارت مفتیان کرام کو متوجہ کررہی ہے کہ دینی کاموں پر دیئے جانے والے ہدایا کو تو متقدمین نے بھی ناجائز نہیں کہا، بلکہ مستحسن قرار دیا ہے، لوگوں کو دینے کی اور دینی کام کرنے والوں کو لینے کی ترغیب دی ہے، غور فرمائیں کہ بغیر شرط کئے اذان وافتاء پر دی جانے والی چیز ہدیہ ہے اُجرت نہیں، تو بغیر شرط کے تراویح کے امام کو دی جانے والی رقم کیوں ہدیہ نہیں اور اُجرت ہے ؟

اگر مزید غور فرمائیں تو متقدّمین نے بھی اذان وافتاء پر ملنے والے ہدایا پر اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ کا قاعدہ لاگو نہیں کیا، نا معلوم متأخرین علماءِ ہند تراویح کے اماموں کو ملنے والے ہدایا پر کس بناء پر اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ کا قاعدہ لاگو فرما رہے ہیں ؟

ہدیہ اور اُجرت کے اِس فرق سے واضح ہوا کہ جب کسی کے ذمہ قرآن مجید پڑھانا لگایا جائے، کہ وقت فارغ کرکے بچے کو قرآن مجید پڑھنا سکھا دیں، اور وہ قرآن مجید پڑھائے، پھر

جب دل کرے بچے کا سرپرست اُس کو کچھ رقم دے دے، تو یہ رقم اجرت نہیں بلکہ ہدیہ ہے، اور اِس پڑھانے والے کو اجرت پر پڑھانے والا نہیں کہیں گے، البتہ جب بچے کے سرپرست اور اِس استاذ کے درمیان شروع سے رقم کی مقدار متعیّن ہو جائے، تو یہ رقم اجرت کہلائے گی، اور یہ اجرت پر پڑھانے والا استاذ کہلائے گا۔

ایسے ہی کسی مسجد کے متولی نے کسی غریب کو کہا کہ آپ روزانہ مسجد کی خدمت اور صفائی کر دیا کریں تو بہتر ہو گا، آپ کو ثواب ملے گا، اُس غریب نے مسجد کی خدمت شروع کر دی، ایک مہینہ گذرنے پر مسجد کا متولّی اُس کو کچھ رقم دے دے، تو یہ اجرت نہیں، اور نہ ہی اِس کو اجرت پر مسجد کی خدمت وصفائی کرنے والا کہیں گے۔

یہی بات اذان دینے والے موذن، نمازیں پڑھانے والے امام کی ہے جب کچھ عوض طے نہیں کیا گیا نہ پہلے سے طے چلا آرہا ہے اور یونہی کوئی اُن کو کچھ رقم دے دے، تو یہ ہدیہ ہو گا، اجرت نہیں کہلائے گی۔

اجرت تب ہی کہلائے گی جب پہلے سے طے ہو کہ پابندی سے اذان دینے پر اور نمازیں پڑھانے پر اتنی رقم دی جائے گی۔

ایسے ہی جب تراویح پڑھانے کی اجرت کی بات کی جاتی ہے، تو اجرت کی صورت یہی ہے کہ تراویح پڑھانے والا پہلے سے اہلِ مسجد سے طے کرے کہ کتنی رقم دیں گے؟ اگر اُس نے پہلے سے طے نہیں کیا، نہ امام نے منہ سے نکالا نہ مقتدیوں نے اِس بارے میں کچھ بولا، مقدار کی تعیین ہوئی ہی نہیں، اور پھر تراویح کے امام کو مقتدیوں کی طرف سے کچھ دیا جاتا ہے اُس کو اجرت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

اب لیجئے بعض اکابر علماء کرام کی تصریحات ملاحظہ فرمالیں۔

۱) فقیہ امت مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں،

”بلا تعین (تراویح میں قرآن سنانے والے کو) دے دیا جائے، اور نہ دینے پر کوئی شکوہ وشکایت نہ ہو، تو یہ صورت اجرت سے خارج اور حد جواز میں داخل ہو سکتی ہے“۔ (کفایت المفتی جلد ۳، ص ۳۹۵، ۳۹۴ بلفظہ)

حضرت مفتی صاحب نے ”نہ دینے پر کوئی شکوہ وشکایت نہ ہو“ اس لئے فرمایا تاکہ یہ پوری طرح ہدیہ کی صورت بن سکے، ورنہ اِس قید کی زیادہ ضرورت نہیں۔

۲) مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب (جامعہ عثمانیہ پشاور) فرماتے ہیں،

”اجرت اور مقتدیوں کے اعزاز واکرام کے مابین فرق کرنا ضروری ہے، اجرت تو تب بنتی ہے جب حافظ قرآن اور مقتدیوں کے مابین باقاعدہ معاہدہ ہو، اور پھر ختم کے وقت اسے وہی مقررہ رقم دی جائے“۔ (فتاوی عثمانیہ جلد ۲، ص ۳۴۹ ط العصر اکیڈمی جامعہ عثمانیہ پشاور)

۳) مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم (جنوبی افریقہ والے) فرماتے ہیں، نیز (تراویح والے امام کو جو دیا جاتا ہے) بظاہر اجرت بھی نہیں، کیوں کہ کوئی کچھ دیتے ہیں، اور کوئی کچھ، کوئی کم ہدیہ پیش کرتے ہیں اور کوئی زیادہ، اجرت تو وہ ہے جو معروف یا مشروط ہو، یہاں دینے کا عرف تو ہے، لیکن مقدار میں بہت تفاوت ہوتا ہے الخ (فتاوی دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ، ج2 ص562، ط زمزم پبلشرز، کراچی)

اس سے معلوم ہوا کہ معروف یا مشروط کے لئے مقدار کا تعین ضروری ہے، اور وہ یہاں موجود نہیں ہوتا۔

۴) محدث عظیم مولانا نصیر الدین غور غشتوی رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ لئیق مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ (فاضل مدرسہ غور غشت، سابق شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) فرماتے ہیں،

وَاَمَّا مَا یُعْطَی الْحُفَّاظُ فِیْ رَمَضَانَ عِنْدَ خَتْمِ الْقُرْآنِ فَالْحَقُّ اَنَّہٗ جَائِزٌ لِاَنَّھَا ھَدِیَۃٌ مَعْرُوْفَۃٌ لَیْسَتْ بِاُجْرَۃٍ۔۔۔۔۔۔۔۔ وَالْاِعْتِبَارُ لِنِیَّۃِ الدَّافِعِ دُوْنَ الْآخِذِ فَافْھَمْ ،وَلَوْ سُلِّمَ اَنَّہٗ اُجْرَۃٌ فَلَاحَرَجَ فِیْہِ اَیْضًا لِاَنَّھَا لَیْسَتْ عِوَضَ التِّلَاوَۃِ الْبَحْتَۃِ وَلَا الْاِمَامَۃِ الْبَحْتَۃِ بَلْ ھِیَ عِوَضُ الْاِمَامَۃِ الْمَسْنُوْنَۃِ الْمَخْصُوْصَۃِ وَلَاضَیْرَ فِیْ اَخْذِ الْاُجْرَۃِ عَلَی الْاِمَامَۃِ الْمُقَیَّدَۃِ بِمَکَانٍ اَوْزَمَانٍ اَوْقِرَائَۃِ سُوْرَۃٍ وَسُوَرٍ(منھاج السنن شرح سنن الترمذی جلد۱، ص۹۰ باب کراھیۃ ان یأخذ الموذن علی الاذان الاجر ،ط مکتبہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، حاشیۃ فتاوی فریدیہ ج۲، ص۲۷۸)

حافظوں کو جو رمضان میں ختم قرآن کے وقت دیا جاتا ہے، حق یہ ہے کہ جائز ہے کیوں کہ یہ معروف ہدیہ ہے، اجرت نہیں ۔۔۔اور دینے والے کی نیّت کا اعتبار ہوتا ہے، نہ کہ لینے والے کی نیّت کا، اِس کو خوب سمجھو، اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ اُجرت ہے تو بھی اِس میں حرج نہیں، کیوں کہ یہ تلاوتِ محضہ یا امامتِ محضہ کا عوض نہیں، بلکہ مخصوص مسنون امامت کا عوض ہے، اور اُس امامت کی اجرت لینے میں حرج نہیں جو مکان یا زمانہ کے ساتھ یا خاص سورت یا سورتوں کی تلاوت کے ساتھ مقیّد ہو۔

اور فرماتے ہیں،

”حافظ کو جو رقم دی جاتی ہے وہ غالبًا صلہ، مکافات اور اکرام معروف ہوتا ہے نہ کہ اجرت مشروط یا معروف ہوتی ہے، کیوں کہ نہ عقد اجارہ موجود ہے، اور نہ کوئی اشتراط متحقق ہے اور نہ کوئی خاص اجرت پر عرف جاری ہے، اور نہ حافظ حاکم یا قاضی کے پاس مطالبہ کر سکتا ہے، بخلاف مزدور اور اجیر کے کہ اُس کی اجرت شرط یا عرف سے معلوم ہوتی ہے، اور وہ مرافعہ الی القاضی بھی کر سکتا ہے۔“ (فتاوی فریدیہ جلد۲ص۵۷۸)

یہ حضرات بغیر طے کئے دیئے جانے والے کو ہدیہ کہہ رہے ہیں اور اجرت ہونے کی صاف صاف نفی فرمارہے ہیں، اَلْمَعْرُوْفُ كَالْمَشْرُوْطِ کے مطابق مشروط اور متعیّن و مقرر نہیں مان رہے ہیں۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت بھی موقع کے مناسب ہے وہ فرماتے ہیں،

''یہ غلطی ہے کہ تعلیم پر تنخواہ جائز نہیں، اور یہ جواز حنفیہ کے اصول پر بھی ہے، کیونکہ جو شخص کسی کے کام میں محبوس ہوتا ہے، اُس کا نفقہ اُسی کے ذمہ واجب ہوتا ہے یا نہیں؟ دیکھو قضاۃ کو وظیفہ اس لئے دیا جاتا ہے، کہ وہ محبوس ہیں، دوسرے دیکھو بیت المال کیا ہے؟ وہ مجموعہ ہے مسلمانوں کے مال کا، جس کو سلطان حسبِ ضرورت مختلف مقاموں پر صرف کرتا ہے، علماء کو بھی اُس میں سے وظائف دیئے جاتے تھے، اور کسی نے اُس کو حرام نہیں کہا، تو چندہ کی بھی تو یہی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے مال کا مجموعہ ہے، صرف اتنا فرق ہے کہ بیت المال سلطان کی طرف منسوب ہوتا ہے، اس لئے لوگوں کی نظروں میں اُس کی وقعت ہے، چندہ کی وقعت نہیں، ورنہ اصل میں دونوں یکساں ہیں، پھر چندہ میں سے علماء کو وظیفہ لینا کیوں حرام ہونے لگا ہے؟ اور تعیینِ مقدار سے اُس کے اجرت ہونے کا شبہ نہ کیا جائے، تعیین تو اس لئے کی جاتی ہے تاکہ بعد میں نزاع نہ ہو، ورنہ اگر تعیین نہ کی جائے، اور موافقِ ضرورت لیا جائے تو اس میں اختلاف اور نزاع کا بڑا اندیشہ ہے، تم کہو مجھے اتنی مقدار ناکافی ہے، دوسرا کہے کہ کافی ہے، اس نزاع کے رفع کرنے کو پہلے ہی سے مقدار معیّن کر دی جاتی ہے، غرض تنخواہ کے جواز میں کوئی شبہ نہیں''۔ (خطبات حکیم الامت جلد ۳، دین و دنیا ص ۳۴ط تالیفات اشرفیہ)

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی اِس عبارت سے تو اشکال ہی ختم ہو جاتا ہے، کہ فرمایا کہ ''تعیینِ مقدار سے اُس کے اجرت ہونے کا شبہ نہ کیا جائے'' جس کا مطلب ہے کہ تعلیمِ قرآن پر

متعین رقم کو تعیین کی وجہ سے اُجرت نہ سمجھا جائے وہ محض نفقہ ہے، تو اگر تعلیمِ قرآن کے وقت وظیفہ کی مقدار متعیّن ہو تو بھی اجرت نہ سمجھی جائے، اور تراویح کے امام کے لئے تعیین نہ ہو تو بھی وہ اجرت ہے؟

آگے کی جو بحث آرہی ہے، اُس میں جب بھی تراویح کی اجرت سے متعلق کوئی عبارت ہو تو سمجھ جایئے کہ مراد طے شدہ رقم ہے، نہ کہ ہدیہ وعطیہ۔

اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ والا قاعدہ:

اگر کہا جائے کہ ٹھیک ہے کہ تراویح میں قرآن مجید سنانے والے کی طرف سے طے نہیں ہوتا، لیکن عام رواج ہے کہ لوگ ضرور دیتے ہیں، اور فقہی قاعدہ ہے اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ جو رواج میں ہو وہ بھی شرط لگائے ہوئے اور طے کئے ہوئے کے حکم میں ہے۔
تو بات یہ ہے کہ یہ قاعدہ درست ہے، لیکن اِس قاعدہ کا موقع اور مطلب کیا ہے؟

فقہ اور اصولِ فقہ کی کتابوں سے جو سمجھ آتا ہے وہ یہ ہے کہ اِس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ کسی بھی معاملہ میں کوئی بات متعیّن کرنا ضروری ہوتا ہے، لیکن معاملہ کرنے والے فریقَین کے درمیان ایسی چیز زبان سے تعیّن کے بغیر مبہم چھوڑ دی جاتی ہے، اور عرف اُس کے تعیّن کا ہے، تو اب عُرف اُس کا تعیّن کر دے گا اگرچہ زبان سے تعیّن نہیں ہوا ہے، عُرف کا تعیّن زبانی شرط و تعیّن کے برابر ہو گا، اگر اُن میں سے کوئی فریق کَل کو یہ تعیّن نہ مانے اور کہے کہ میں نے تو ایسی بات نہیں کہی تھی لہٰذا یہ میرے ذمہ نہیں ہے، تو اُس فریق کی بات نہیں سُنی جائے گی، اور وہ بات اُس پر لازم ہو گی یہ ہے اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ، مثلاً

ا) کسی بستی یا شہر میں وہاں کی تمام عورتوں کے لئے بلا تفریق مہر کی معیّن مقدار طے کر دی گئی، پھر کسی کے نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہیں ہوا، تو مہرِ مثلی کی تحقیق کی ضرورت نہیں، وہی معروف مشروط کی طرح ہو گا۔ (ردالمحتار ۲۸۶:۴ ط امدادیہ ملتان)

۲) خاص مدت تک جانور کرایہ پر لیا، یہ طے نہیں ہوا کہ اُس کا چارہ کس کے ذمہ ہو گا، عرف میں چارہ مستأجر کو کھلانا ہو تا ہے، تو چارہ مستأجر ہی کے ذمہ لازم ہو گا، مالک سے مطالبہ نہیں کرے گا۔(ردالمحتار ۹:۶۴)

۳) آدمی نے غلام کے مالک سے غلام خدمت کے لئے لیا، پھر اُس غلام کو سفر پر ساتھ لے جائے، اور عُرف میں سفر پر ساتھ لے جانا ہو، لیکن زبانی ایسی کوئی بات نہیں ہوئی، تو چاہے مالک ناپسند کرے یہ شخص سفر پر ساتھ لے جاسکے گا۔ (ردالمحتار ۹:۱۰۰ط امدادیہ)

۴) کسی علاقہ میں مقرر مہر میں سے کچھ مقدار فوری دی جاتی ہے اور کچھ تاخیر سے، اور سارے علاقے کا عرف یہی ہے، تو مرد کے ذمہ فوری مہر معجل کی مقدار ادا کرنا ضروری ہو گا، اور عورت مرد کو اپنے سے منع نہ کر سکے گی، اگر پورے مہر کی وصولی تک اپنے پاس آنے سے منع کرے تو عورت کو حق نہیں ہو گا۔(مجمع الانہر ۱:۵۲۷، ط دارالکتب العلمیہ بیروت)

۵) دوکاندار چیزیں بیچتے ہیں، اور قیمت کی ادائیگی میں تعجیل یا تاجیل کی بات نہیں کی جاتی، اور وہاں کے عرف میں ہر جمعہ قرض کی معیّن مقدار کی ادائیگی کرنی ہوتی ہے، تو چاہے خریدنے والے سے زبانی طے نہ ہو جمعہ کو معروف ادائیگی لازم ہو گی۔ (الاشباہ والنظائر ص۸۱، ط دارالکتب العلمیہ بیروت)

۶) کوئی کاریگر اُجرت کے ساتھ کوئی مخصوص کام کرتا ہے، کوئی شخص اُس کے ذمہ وہی کام لگاتا ہے، دونوں کے درمیان اُجرت طے نہیں ہوتی، محض سکوت ہوتا ہے، کام کرانے والے پر اُجرت لازم ہو گی، ایسے ہی آدمی کسی ہوٹل کے کمرے میں رہائش کرتا ہے،

یا حمام میں غسل کرتا ہے وغیرہ، ہوٹل اور حمام والے نے اُجرت نہیں بتائی، آدمی پر معروف اُجرت لازم ہوگی۔ (الاشباہ والنظائر ص۸۵)

اِس بارے میں اور مثالیں بھی دی جاسکتی ہیں، اِس قدر کافی ہیں، اِن مثالوں سے معلوم ہوا کہ جو بات مشروط و متعیّن ہونا ضروری ہو، اور عُرف میں متعیّن ہو لیکن معاملہ کرنے والوں کی طرف سے تعیین و شرط نہ ہوئی، تو عُرف کے تعیّن سے اِسی طرح تعیّن ہو جائے گا جس طرح صریح زبانی تعیّن سے ہوتا ہے، اِس مفہوم کے لحاظ سے اگر مطلق امامت کے مسئلہ میں غور کیا جائے، تو **اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ** یوں صادق آئے گا کہ

۱) جس مسجد میں امام کو تنخواہ دینا معروف ہو، وہاں کے اہلِ مسجد نے امام مقرر کیا، لیکن اُس سے تنخواہ دینا نہ دینا طے نہیں کیا، نہ امام نے ایسی بات چلائی، تو وہاں کا عُرف ہی تنخواہ متعیّن کر دے گا۔

۲) مسجد میں امام رکھ لیا لیکن یہ تعیین نہیں ہو سکی کہ اہلِ مسجد امام کو کھانا دیں گے یا وہ اپنے کھانے کا بندوبست خود کرے گا، لیکن وہاں کے عُرف میں اہلِ مسجد کے ذمہ امام کے کھانے کا بندوبست لازمی ہے، تو عُرف ہی اہلِ مسجد کے ذمہ کھانا لازم کر دے گا۔

اب رہا تراویح کے امام سے متعلق اُجرت کا مسئلہ! تو وہاں **اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ** کا مطلب یہ ہوگا کہ (جب تراویح کے امام کو اجرت دینا اور لینا شرعًا جائز ہو اور) عُرف میں مساجد میں اماموں اور مقتدیوں کے درمیان تراویح پڑھانے پر مقتدیوں کا دینا طے ہو، پھر کسی مسجد میں تراویح کے امام سے کچھ دینا نہ دینا طے نہ ہو سکا، تو **اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ** چونکہ عُرف میں دینا طے ہے، اس لئے گو امامِ تراویح سے طے نہیں ہو سکا مگر عُرف کا طے شدہ شرعًا طے شدہ ہوگا۔

اور یوں بھی تقریر کی جاسکتی ہے کہ تراویح کے لحاظ سے **اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ** تب ہے جب مطلق دینا رواج نہ ہو بلکہ مقدار کی تعیین کے ساتھ دینا رواج ہو، مثلاً حافظِ قرآن

مقتدیوں سے طے نہیں کرتا کہ تراویح میں قرآن مجید سنانے پر کتنی رقم ملے گی؟ لیکن اُس مسجد میں متعیّن رقم ملنے کا رواج ہے، تو یہ رقم امام و مقتدیوں کے درمیان گویا مشروط ہے اگرچہ شرط نہیں لگائی گئی، مگر جب مقدار متعیّن نہیں، اور مقتدی اپنی اپنی وسعت کے مطابق کچھ دے دیتے ہیں چاہے اجتماعی مجلس میں دیں یا علیحدگی میں، وہ اِس قاعدہ کے تحت اجرت نہیں بنتی، اور اُس پر اجرت کی تعریف صادق نہیں آتی، بلکہ اُس کو ہدیہ و اکرام (اور ہمارے عرف میں حافظ صاحب کی خدمت) کہتے ہیں۔

جیسا کہ حدیث عَسْبِ فَحْلْ میں ہے جو ابھی اوپر گزری، جس سے واضح ہوا کہ بغیر طے کئے تراویح میں قرآن مجید سنانے پر کچھ ملے تو وہ کرامت و اکرام ہے، اور طے کیا ہوا ملے تو وہ اجرت ہے، عَسب فحل (نر کو مادہ سے ملانے) پر کچھ ہدیہ دیا جانا عرف ہے، لیکن باوجود عرف کوئی صاحب اُس کو اجرت نہیں کہہ سکتے، مگر تراویح میں قرآن مجید سنانے والے کے لئے کچھ رقم ملنے پر دینے کا عرف ہونے کے سبب اُس کو اجرت قرار دیتے ہیں مذکورہ حدیث اِس موقف کے خلاف ہے۔

اگر بالفرض کسی دور میں تراویح پڑھانے والے امام کے ساتھ ایسا معاملہ **المعروف کالمشروط** کے قبیل سے رہا ہو، تو ممکن ہے، مگر دورِ حاضر میں ایسی صورت باقی نہیں رہی۔

یوں بھی کہا جاسکتا ہے کہ **اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ** مسلّم ہے، لیکن عرف یہ ہے کہ دینے والے اُس کو اجرت نہیں سمجھتے، بلکہ ہدیہ، اور نذرانہ سمجھتے ہیں، تو جس طرح مشروط اجرت ہو تو وہ اجرت ہے، ایسے معروف اجرت ہو تو اجرت ہے، لیکن مشروط ہدیہ ہو تو ہدیہ ہے، ایسے معروف ہدیہ ہو تو بھی ہدیہ ہے، اور لوگ اس موقع پر دی ہوئی رقم کو ہدیہ ہی سمجھتے ہیں۔

دینی امور پر اجرت کے بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف، اور متقدمین کا موقف:

اِس بارے میں ہمارے متقدّمین اسلاف میں اختلاف تھا، کچھ ائمہ فقہاء کے نزدیک ہر قسم کے دینی امور پر اجرت حرام تھی، اور کچھ اسلاف کے نزدیک اجرت جائز تھی۔

وَاخْتَلَفُوْا فِیْ اَخْذِ الْاُجْرَةِ عَلَی الْقُرَبِ کَتَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ وَالْحَجِّ وَالْاَذَانِ وَالْاِمَامَةِ فَقَالَ اَبُوْ حَنِیْفَةَ وَاَحْمَدُ لَا یَجُوْزُ. وَقَالَ مَالِکٌ یَجُوْزُ ذَالِکَ فِیْ تَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ وَالْحَجِّ وَالْاَذَانِ. فَاَمَّا الْاِمَامَةُ فَاِنْ اَفْرَدَهَا وَحْدَهَا لَمْ یَجُزْ اَخْذُ الْاُجْرَةِ عَلَیْهَا. وَاِنْ جَمَعَهَا مَعَ الْاَذَانِ جَازَ وَکَانَتِ الْاُجْرَةُ عَلَی الْاَذَانِ لَا عَلَی الصَّلَاةِ. وَقَالَ الشَّافِعِیُّ یَجُوْزُ فِیْ تَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ وَالْحَجِّ فَاَمَّا الْاِمَامَةُ فِی الْفُرُوْضِ فَلَا یَجُوْزُ ذَالِکَ فِیْهَا. وَلِاَصْحَابِهٖ فِیْ جَوَازِ ذَالِکَ فِی التَّرَاوِیْحِ وَجْهَانِ. وَفِی الْاَذَانِ ثَلَاثَةُ اَوْجُهٍ

(اختلاف الائمة العلماء لابن ہبیرة الشیبانی ۲:۳۱،۳۲، ط دار الکتب العلمیہ بیروت، جواہر العقود ومعین القضاۃ والموقعین والشہود للعلامة شمس الدین محمد بن احمد اسیوطی قاہری شافعی: ۲۱۵، ط دار الکتب العلمیہ،)

ترجمہ: ”ثواب کے کاموں میں اجرت لینے سے متعلق ائمہ نے اختلاف کیا ہے، مثلاً قرآن مجید پڑھانا، حج، اذان، امامت، امام ابو حنیفہ واحمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں ایسے کاموں میں اجرت جائز نہیں، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قرآن مجید پڑھانے کی اور حج اور اذان کی اجرت جائز ہے، لیکن امامت سے متعلق تفصیل ہے، اگر صرف امامت ہو (کوئی اور کام ساتھ نہ ہو) تو صرف امامت پر اجرت جائز نہیں، اور اگر امامت واذان دونوں ہوں تب جائز ہے، اور یہ اجرت اذان پر ہو گی امامت پر نہ ہو گی، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، ”قرآن مجید پڑھانے کی اور حج کی اجرت جائز ہے، اور فرض نمازوں کی

امامت میں اجرت جائز نہیں، اور تراویح کی (امامت کی) اجرت میں شوافع کے دونوں قول ہیں، اور اذان کی اجرت میں شوافع کے تین قول ہیں“۔

وَقَالَ اَبُوْحَنِیْفَةَ اِذَااسْتَاجَرَرَجُلٌ رَجُلًایُعَلِّمُ وَلَدَهُ الْقُرْآنَ كُلَّ شَهْرٍبِاَجْرٍمَعْلُوْمٍ فَاِنَّهٗ لَایَصْلِحُ وَلَایَحِلُّ،وَكَذَالِكَ لَوْ اِشْتَرَطَ عَلَیْهِ اَنْ یُّعَلِّمَهٗ كُلَّ سُوْرَةٍ مِّنَ الْقُرْآنِ بِكَذَاوَكَذَا،وَكَذَالِكَ لَوْاِشْتَرَطَ عَلَیْهِ اَنْ یُّعَلِّمَهُ الْفِقْهَ وَالْفَرَائِضَ (الاصل للامام محمد الشیبانی ۲۰:۴ط قطر)

ترجمہ: ”امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب آدمی نے کسی آدمی کو اِس پر اجیر رکھا کہ اُس کے بچے کو قرآن مجید سکھائے اور ہر مہینہ اِتنی اجرت دے گا، یہ نہ تو درست ہے نہ حلال ہے، ایسے ہی اگر یہ شرط لگائی کہ قرآن مجید کی ہر سورت سکھانے کے عوض اتنی اجرت دے گا، ایسے ہی اگر اجرت ٹھہرائی اِس پر کہ اُس کے بچے کو فقہ اور فرائض سکھائے گا“۔

اَمَّاالْاِجَارَةُ عَلَى الطَّاعَاتِ فَاُصُوْلُ مَذْهَبِ الْحَنَفِیَّةِ تَقْتَضِیْ اَنَّهَاغَیْرُصَحِیْحَةٍ اَیْضًالِاَنَّ كُلَّ طَاعَةٍ یَخْتَصُّ بِهَاالْمُسْلِمُ لَایَصِحُّ الْاِسْتِیْجَارُ عَلَیْهَا-------- هٰذَاهُوَ اَصْلُ مَذْهَبِهِمْ وَهُوَبِظَاهِرِهٖ عَامٌّ یَشْمُلُ كُلَّ الطَّاعَاتِ الخ (الفقه على المذاهب الاربعة ۱۱۴:۳ط دار الكتب العلمیه)

ترجمہ: ”رہی نیکی کے کاموں پر اجرت !تو مذہب حنفیہ کا اصول تقاضا کرتا ہے کہ یہ بھی صحیح نہیں، کیوں کہ ہر وہ نیکی جس کے ساتھ مسلمان مخصوص ہے، اُس پر اجرت لینا صحیح نہیں۔۔۔یہی اُن کا اصل مذہب ہے، اور بظاہر یہ سب نیک اعمال کو عام ہے“۔

وَلَایَجُوْزُاَنْ یَّسْتَأْجِرَرَجُلًالِیُعَلِّمَ وَلَدَهُ الْقُرْآنَ اَوِالْفِقْهَ اَوِالْفَرَائِضَ عِنْدَنَا.وَقَالَ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ یَجُوْزُذَالِکَ ، فَالْمَذْهَبُ عِنْدَنَااَنَّ کُلَّ طَاعَةٍ یَخْتَصُّ بِهَا الْمُسْلِمُ فَالْاِسْتِیْجَارُعَلَیْهَابَاطِلٌ (الی قوله)وَلَواسْتَاجَرُوْامَنْ یَّؤُمُّهُمْ فِیْ رَمَضَانَ وَغَیْرِهٖ لَمْ یَجُزْ۔۔۔وَکَذَالِکَ اِنِ اسْتَاجَرُوْامَنْ یُّؤَذِّنُ لَهُمْ (المبسوط للسرخسی ۱۶ :۳۷ط دار المعرفه بیروت)

ترجمہ: ”آدمی کسی کو اجرت پر رکھے کہ اُس کے بچے کو قرآن مجید یا فقہ یا فرائض پڑھا دے ہمارے نزدیک جائز نہیں، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جائز ہے، ہمارا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ نیکی جس کے ساتھ مسلمان مخصوص ہے اُس پر اجرت ٹھہرانا باطل ہے۔۔۔اور اگر ایسا آدمی اجرت پر رکھیں جو رمضان اور غیر رمضان میں اُن کی امامت کرے جائز نہیں۔۔۔ایسے ہی اگر ایسے کو اجرت پر رکھیں جو اُن کی اذان دیا کرے“۔

وَالْاَصْلُ اَنَّ کُلَّ طَاعَةٍ یَخْتَصُّ بِهَاالْمُسْلِمُ لَایَجُوْزُالْاِسْتِیْجَارُعَلَیْهَاکَالْاِمَامَةِ وَالْاَذَانِ وَالْحَجِّ وَتَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ وَالْجِهَادِوَهُوَقَوْلُ عَطَاءٍ وَالضَّحَّاکِ بْنِ قَیْسٍ وَاَبِیْ حَنِیْفَةَ وَمَذْهَبُ اَحْمَدَ۔۔۔۔۔۔۔۔۔وَقَدْنَصَّ الْحَنَفِیَّةُ عَلٰی اِنَّهٗ لَایَجُوْزُقِرَأَةُ الْقُرْآنِ بِاَجْرٍوَاَنَّهٗ لَایَتَرَتَّبُ عَلٰی ذَالِکَ ثَوَابٌ وَالْآخِذُوَالْمُعْطِیْ آثِمَانِ۔۔۔ وَالْاِجَارَةُ عَلٰی مُجَرَّدِالْقِرَاأَةِ بَاطِلَةٌ وَاَنَّ الْاَصْلَ اَنَّ الْاِجَارَةَ عَلٰی تَعْلِیْمِهٖ غَیْرُ جَائِزَةٍ۔۔۔ وَاَجَازَ مَالِکٌ وَالشَّافِعِیُّ اَخْذَالْاَجْرِعَلٰی قِرَاأَةِ الْقُرْآنِ وَتَعْلِیْمِهٖ وَهُوَرِوَایَةٌ عَنْ اَحْمَدَ، وَقَالَ بِهٖ اَبُوْقِلَابَةِ وَاَبُوْثَوْرٍوَابْنُ الْمُنْذِرِ۔۔۔۔۔۔۔وَقَدْاَجَازَالْمَالِکِیَّةُ اَیْضًا اَخْذَ الْاُجْرَةِ عَلَی الْاِمَامَةِ کَمَا اَجَازُوْا لِلْمُفْتِیْ اَخْذَالْاَجْرِاِنْ لَّمْ یَکُنْ لَهٗ رِزْقٌ، وَقَالُوْا یَجُوْزُ الْاِجَارَةُ لِلْمَنْدُوْبَاتِ وَفُرُوْضِ الْکِفَایَةِ وَ کَذَالِکَ اَجَازَالشَّافِعِیَّةُ اَخْذَالْاُجْرَةِ عَلٰی

الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ مَعَ التَّعْيِيْنِ (الموسوعة الفقهية الكويتية ١:٢٩٢، ٢٩٣ ط وزارة الاوقاف الكويت)

ترجمہ: ”اصل یہ ہے کہ ہر وہ طاعت جس کے ساتھ مسلمان مخصوص ہے اُس پر اجرت ٹھہرانا جائز نہیں جیسے امامت، اذان، حج، تعلیمِ قرآن، جہاد، یہ عطاء اور ضحاک اور امام ابو حنیفہ رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔۔۔۔احناف نے تصریح کی ہے کہ اجرت پر قرآن پڑھنا جائز نہیں، اور اُس پر ثواب حاصل نہ ہوگا، اور لینے والا اور دینے والا گناہگار ہوں گے اور فقط قرآن پڑھنے پر اجرت باطل ہے، اور اصل یہ ہے کہ تعلیمِ قرآن پر اجرت جائز نہیں۔۔۔امام مالک اور شافعی رحمہم اللہ نے قرآن مجید پڑھنے پر اور سکھانے پر اجرت جائز ٹھہرائی اور یہی امام احمد رحمہ اللہ سے روایت ہے، امام ابو قلابہ ابو ثور اور ابن منذر رحمہم اللہ بھی اسی کے قائل ہیں۔۔۔اور مالکیہ نے امامت پر اجرت جائز ٹھہرائی جیسے مفتی کے لئے اگر اُس کو وظیفہ نہ ملتا ہو اجرت لینا جائز ٹھہرایا، اور مالکیہ کہتے ہیں مستحبات کے لئے اور فرض کفایہ کاموں کے لئے اجرت ٹھہرانا بھی جائز ہے، ایسے ہی شوافع نے حج و عمرہ پر متعین کر کے بھی اجرت لینا جائز ٹھہرایا ہے۔

اِن عبارات سے ظاہر ہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام محمد و ابو یوسف اور متقدمین فقہاء احناف اور امام احمد رحمہم اللہ کے نزدیک قرآن مجید کے مدرّسین اور نمازوں کے امام اور مؤذنین کا تدریس، امامت اور اذان پر اجرت لینا ناجائز ہے۔

امام محمد بن ادریس شافعی اور امام مالک بن انس رحمہم اللہ کے نزدیک قرآن مجید کے مدرّسین کا اجرت لینا اور محض تلاوتِ قرآن پر اجرت لینا جائز ہے، اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک

موٴذنین کا اذان پر اجرت لینا جائز ہے، لیکن جو صرف امام ہو اور اُس کے ذمہ اذان نہ ہو اُس کا امامت پر اجرت لینا ناجائز ہے، مطلب یہ کہ امام مالک کے نزدیک امام کی اجرت ناجائز ہے، البتہ اگر اُس کے ذمہ اذان بھی ہو تو تب اُس کا اجرت لینا جائز ہو گا، اور یہ اجرت امامت کی نہیں اذان کی ہو گی، کیوں کہ امامت کی اجرت ناجائز ہے۔

تراویح پڑھانے پر اجرت سے متعلق مذاہب:

اب رہا تراویح پڑھانے پر اجرت لینا! اس لحاظ سے کہ وہ اجرت قرآن مجید سنانے کی اجرت ہو مالکیہ کے نزدیک وہ اجرت جائز ہے، کیوں کہ وہ محض تلاوت پر بھی اجرت جائز قرار دیتے ہیں، پھر اُنہوں نے جب مستحب و فرض کفایہ اعمال کے لئے اجرت جائز ٹھہرائی تو تراویح تو مستحب سے بڑھ کر سنّت موٴکدہ ہے، تو مالکیہ کے نزدیک اُس میں قرآن مجید سنانے پر اجرت بطریقِ اولیٰ جائز ہو گی، اور امامتِ تراویح کے لحاظ سے دیکھیں تو وہ امامت کے ذیل میں ہوئی، جس پر اجرت جائز ٹھہراتے ہیں، اور شافعیہ نے بھی جیسے قرآن مجید پڑھانے پر اجرت جائز ٹھہرائی ایسے فقط تلاوتِ قرآن پر بھی اجرت جائز بتائی ہے، تو اُن کے مذہب میں تراویح کا امام قرآن مجید سنانے کے لحاظ سے بھی اجرت لے سکتا ہے، اور امامت کرنے کے لحاظ سے بھی لے سکتا ہے۔

اور جب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت یہ ہے کہ محض تلاوتِ قرآن پر بھی اجرت جائز ہے، تو اِس روایت پر تراویح میں قرآن سنانے پر اجرت جائز ہوئی، اور امامت کی حیثیت سے تو اجرت جائز ہونے میں شبہ نہیں ہے۔

رہا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب! تو امام صاحب اور متقدّمین فقہاءِ احناف کے نزدیک نہ قرآن مجید کی تلاوت پر اجرت لینا جائز ہے، نہ تدریسِ قرآن پر نہ امامت پر نہ اذان پر نہ علومِ دین

کی تدریس پر، تو اگر امام صاحب رحمہ اللہ کی تقلید سے بالکل سرِ مُو انحراف نہیں کرنا ہے، تو تمام احناف اِن سب کاموں کو فی سبیل اللہ انجام دیں، اور ہر طرح اجرت کو ناجائز اور حرام مانیں۔

طاعات پر اجرت حرام ہونے پر دلائل:

آگے چلنے سے پہلے وہ دلائل پیش نظر رہیں، جو خاص طاعات پر اجرت ناجائز ہونے پر دلیل ہیں، بعض وہ روایات ہیں جو قرآن مجید پڑھانے پر کچھ لینے کو ناجائز بتاتی ہیں، اور بعض وہ ہیں جو اذان پر اجرت ناجائز ظاہر کرتی ہیں۔

قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے پر عوض لینا:

حضرت عبد الرحمن بن شبل رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث نقل کرتے ہیں،

اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَأْكُلُوا (بِهٖ) (اعلاء السنن ح۵۳۴۸)

"قرآن مجید پڑھو، اور اُس کے بدلے کھانا نہ کھاؤ"

اِس روایت میں قرآن مجید پڑھ کر کچھ لینے سے منع فرمایا گیا ہے، یہ حدیث الفاظ کی کمی بیشی کے ساتھ مسند احمد، و مسند بزار میں ہے۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ اُنہوں نے ایک شخص کو قرآن سکھایا، اُس نے اُن کو کمان ہدیہ میں دی، اُنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اِنْ اَخَذْتَهَا اَخَذْتَ قَوْسًا مِنْ نَّارٍ (اعلاء السنن ح۵۳۴۶)

"اگر تو نے کمان لی تو آگ کی کمان لی"

یہ حدیث ابن ماجہ سنن بیہقی وغیرہ میں ہے، بہت سے ائمہ حدیث اِس کو ضعیف و منکر فرمارہے ہیں، اور یہ حدیث کسی کے نزدیک قابلِ عمل نہیں، بلکہ متروک العمل ہے، کیوں کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ کو یہ کمان بطور ہدیہ ملی ہے، اور ایسے عمل پر بغیر شرط ٹھہرائے ہدیہ لینا کسی کے

نزدیک ناجائز نہیں ہے، اور کمان کا اجرت نہ ہونا ظاہر ہے، کیوں کہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے طالب علم سے کچھ بھی طے نہیں کیا تھا۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

مَنْ اَخَذَ قَوْسًا عَلٰی تَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ قَلَّدَہُ اللّٰہُ قَوْسًا مِنْ نَّارٍ (اعلاء السنن ح ۵۳۴۴)

"جو قرآن مجید سکھا کر کمان لے گا اللہ تعالی اُس کی گردن میں آگ کی کمان لٹکائیں گے"

یہ حدیث طبرانی کی مسند شامیین اور امام بیہقی کی سنن کبری میں ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان نقل کرتے ہیں،

مَنْ قَرَأَ الْقُرْاٰنَ یَتَاَکَّلُ بِہِ النَّاسَ جَآئَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَجْهُهٗ عَظْمٌ لَیْسَ عَلَیْهِ لَحْمٌ

(اعلاء السنن ح ۵۳۴۵)

"جس نے قرآن پڑھا تا کہ اس کے ذریعے لوگوں سے کھانا حاصل کرے قیامت کے دن اِس حال میں آئے گا کہ اُس کا چہرہ محض ہڈی ہو گا، جس پر گوشت نہیں ہو گا"۔

یہ حدیث امام ابو نعیم کی حلیۃ الاولیاء اور بیہقی کی شعب الایمان میں ہے، یہ اس قدر سخت ضعیف ہے کہ موضوع تک کا حکم بھی لگایا گیا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ جب کوئی آدمی ہجرت کر کے آتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو کسی آدمی کے حوالے کرتے وہ اُس کو قرآن مجید سکھاتا، تو میرے حوالے بھی ایک آدمی کر دیا، وہ میرے ساتھ رہتا، میں اُس کو قرآن مجید پڑھاتا، ایک دن میں گھر آیا، اُس آدمی نے خیال کیا کہ اُس کے ذمہ میرا حق ہے، تو اُس نے مجھے کمان ہدیہ کی، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

جَمْرَۃٌ بَیْنَ کَتِفَیْکَ تَقَلَّدْتَّهَا اَوْ تَعَلَّقْتَهَا (اعلاء السنن ح ۵۳۴۷)

"یہ تیرے دونوں کندھوں کے درمیان انگارہ ہو گا جو تو گردن میں لٹکائے گا"

یہ حدیث ابو داؤد، مسند احمد، مستدرک حاکم، وغیرہ کئی کتبِ حدیث میں ہے، یہ حدیث بھی سب کے نزدیک متروک العمل ہے، کیوں کہ یہ ہدیہ کی صورت ہے، طے شدہ اور شرط کی ہوئی اجرت نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ حضرت ابی اور عبادہ رضی اللہ عنہم کو وہ کمان جو ہدیہ میں ملی اجرت کے طور پر بھی نہیں ملی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو یہ وعید کیوں سُنائی؟ بات صرف اس قدر سمجھ آتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو اعلیٰ درجہ کے تقویٰ پر دیکھنا چاہتے تھے ،اس لئے اُن کے بلند درجہ ہونے کے سبب اُن کو وعید سنائی ،یوں کہیئے کہ اِن قصوں میں یہ وعید اُنہی سے خاص ہے، عام نہیں ہے، ورنہ فقہاء ہدیہ لینے کو بھی حرام قرار دیتے!

اذان پر اجرت لینا:

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

وَاتَّخِذْ مُؤَذِّنًا لَا يَأْخُذُ عَلَى الْاَذَانِ اَجْرًا (اعلاء السنن ح ۵۳۵۰)

"ایسا موٴذن بنا جو اذان پر اجرت نہ لے"

یہ حدیث ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، مسند احمد اور مستدرک میں ہے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت ہے،

لَا تَتَّخِذْ مُؤَذِّنًا يَأْخُذُ عَلَى الْاَذَانِ اَجْرًا (اعلاء السنن ح ۵۳۵۱)

"وہ موٴذن نہ بنا جو اذان پر اجرت لے"

یحییٰ بکاء کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا مجھے آپ سے محبت ہے، فرمایا لیکن مجھے آپ سے بغض ہے (وجہ کیا ہے) فرمایا

فَاِنَّکَ تَأْخُذُ عَلٰی اَذَانِکَ (عَلَی الْاَذَانِ) اَجْرًا (اعلاء السنن ح ۵۳۵۲)

تو اذان پر اجرت لیتا ہے۔

یہ حدیث ابن عدی کے حوالے سے بیان ہوئی ہے، اور شرح معانی الاثار میں بھی ہے، اِس کی سند پر کلام ہے۔

نمازوں کی امامت پر اجرت:

نمازیں پڑھانے پر (چاہے پانچ نمازیں ہوں یا نمازِ تراویح) اجرت کے ناجائز ہونے سے متعلق صراحتًا کوئی روایت سامنے سے نہیں گذری ہے، شاید فقہاء نے اوپر کی روایات پر قیاس کر کے امامت کی اجرت کو ناجائز فرمایا ہے۔

فصلِ ثانی

متأخرین احناف کا موقف

یہ تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور متقدمین احناف کا مذہب ہے، لیکن متأخرین احناف نے جن میں پیش پیش فقہاءِ بلخ اور گویا اہلِ عجم (خراسانی) فقہاء ہیں، اُنہوں نے اِن ساری روایات پر عمل نہ صرف چھوڑ دیا، بلکہ چھڑوا دیا، اور چھوڑنے کا فتوٰی دے گئے ہیں، اب مفتیان کرام نے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور متقدمین فقہاءِ احناف کے فتوی کو بالکل چھوڑ دیا، اور صرف امام ابو حنیفہ اور متقدمین رحمہم اللہ کو نہیں چھوڑا، ابلکہ ُن کے فتوٰی کی بنیاد پر اوپر ذکر ہونے والی اِن سب روایات کو بھی چھوڑ دیا ہے، اور جب اِن روایات پر عمل چھوڑ دیا، تو اب روایات کو یا اِن میں سے کسی روایت کو تراویح کی امامت پر اجرت حرام ہونے کے ثبوت کے طور پر کیسے پیش کیا جا سکتا ہے؟ اور اگر پیش کرتے ہیں تو اِن روایات کو پانچ نمازوں کی امامت اور اذان اور تعلیمِ قرآن و تعلیمِ علومِ دین کی اجرت سے متعلق کیسے چھوڑا جاتا ہے؟ دونوں میں فرق کیسے ہو گا؟

حاصل یہ کہ درحقیقت اب یہ احادیث عملاً متروک ہو چکی ہیں، اس لئے اب اِن کو تراویح سے متعلق پیش کرنا مناسب نہیں، کتبِ فقہ حنفیہ میں ہے

وَبَعْضُ اَئِمَّةِ بَلْخٍ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ اِخْتَارُوْاقَوْلَ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ وَقَالُوْااِنَّ الْمُتَقَدِّمِيْنَ مِنْ اَصْحَابِنَارَحِمَهُمُ اللّٰهُ بَنَوْاهٰذَاالْجَوَابَ عَلٰى مَاشَاهَدُوْافِيْ عَصْرِهِمْ مِنْ رَغْبَةِ النَّاسِ فِي التَّعْلِيْمِ بِطَرِيْقِ الْحِسْبَةِ وَمُرُوْئَةِ الْمُتَعَلِّمِيْنَ فِيْ مُجَازَاةِ الْاِحْسَانِ بِالْاِحْسَانِ مِنْ غَيْرِشَرْطٍ. فَاَمَّافِيْ زَمَانِنَافَقَدِانْعَدَمَ الْمَعْنِيَانِ جَمِيْعًا فَنَقُوْلُ يَجُوْزُالْاِسْتِيْجَارُلِئَلَّايَتَعَطَّلَ هٰذَاالْبَابِ وَلَايَبْعُدُاَنْ يَّخْتَلِفَ الْحُكْمُ بِاِخْتِلَافِ الْاَوْقَاتِ. اَلَاتَرٰى اَنَّ النِّسَآءَ كُنَّ يَخْرُجْنَ اِلَى الْجَمَاعَاتِ فِيْ زَمَنِ رَسُوْلِ

اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ حِیْنَ مَنَعَھُنَّ مِنْ ذَالِکَ عُمَرُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ (المبسوط للسرخسی ۱۶ : ۳۷، ط دارالمعرفہ بیروت)

ترجمہ: ”بلخ کے بعض ائمہ نے اہلِ مدینہ کا قول اختیار کرلیا اور فرمایا کہ ہمارے متقدمین احناف رحمہم اللہ نے (اجرتِ معلّمین سے متعلق ممانعت والا) یہ جواب اُس کی بناء پر دیا جس کا اپنے زمانہ میں مشاہدہ کیا، کہ لوگوں میں ثواب کے لئے پڑھانے کا شوق تھا، اور سیکھنے والوں کی طرف سے بغیر شرط (و تعیین) کے مروت تھی کہ تعلیم دینے کے احسان کا بدلہ احسان سے دیتے تھے، لیکن ہمارے زمانہ میں یہ دونوں باتیں ختم ہوگئیں (کہ تعلیم دینے والے صرف ثواب کے لئے تعلیم کا شوق نہیں رکھتے، اور طلباء اُن کے احسان کا بدلہ احسان سے نہیں دیتے) تو ہم کہتے ہیں کہ اب اجرت لینا جائز ہے تاکہ یہ دروازہ بند نہ ہو، اور یہ بات بعید نہیں کہ زمانہ مختلف ہونے سے حکم مختلف ہوجائے، کیا آپ دیکھتے نہیں کہ رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور حضرت ابو بکر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے دور میں عورتیں جماعت میں شامل ہونے کے لئے نکلتی تھیں، جب کہ حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے عورتوں کو روک دیا“۔

یہ تو امام سرخسی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ نے صرف تعلیمِ قرآن و تعلیمِ فقہ کی اجرت سے متعلق متأخرین کا موقف اور متقدّمین سے اُن کی رائے کی تبدیلی کی بنیاد بیان فرمائی ہے، کہ پہلے تعلیم قرآن و تعلیمِ فقہ پر طلباء ہدایا دیا کرتے تھے، اور پڑھانے والے بغیر عوض شوق سے پڑھاتے تھے، اب پڑھانے والوں کا شوق نہیں رہا، اور طلباء کے ہدایا بھی باقی نہ رہے، لہٰذا اب قرآن و فقہ باقی رکھنے کے لئے تعلیمِ قرآن و تعلیمِ فقہ پر اجرت جائز ہے۔

لیکن اُنہوں نے اذان وامامت سے متعلق اجرت ناجائز بتائی ہے (جب کہ ہدیہ دینا اچھا کام بتایا) کیوں کہ بعد کے متأخرین کی بہ نسبت امام سرخسی رحمہ اللہ (م 483ھ) بھی متقدّمین میں سے ہیں، کہ یہ دس صدیاں پیچھے کی پانچویں صدی کے فقیہ ہیں، یعنی یہ متأخرین بھی جن سے امام سرخسی رحمہ اللہ جواز نقل کر رہے ہیں متقدّمین میں سے ہیں۔

وَمَشَائِخُ بَلْخٍ جَوَّزُوا الْاِسْتِیْجَارَ عَلٰی تَعْلِیْمِ الْقُرْآنِ اِذَا ضُرِبَ لِذَالِکَ مُدَّةٌ وَافْتَوْا بِوُجُوْبِ الْمُسَمّٰی وَعِنْدَ عَدَمِ الْاِسْتِیْجَارِ اَصْلًا وَعِنْدَ الْاِسْتِیْجَارِ بِدُوْنِ الْمُدَّةِ اَفْتَوْا بِوُجُوْبِ الْمِثْلِ کَذَا فِی الْمُحِیْطِ (الفتاوی الهندیة ۴۴۸:۴ط رشیدیہ کوئٹہ)

ترجمہ: ”اور مشائخ بلخ نے تعلیم قرآن پر اجرت جائز ٹھہرائی جب اُس کے لئے مدت مقرر کی جائے، اور فتوی دیا کہ مقرر اجرت واجب ہو گی، اور جب بالکل اجرت نہ رکھی جائے یا اجرت طے کئے بغیر مدت ٹھہرائی جائے تب اجرتِ مثلی واجب ہونے کا فتوی دیا ہے“۔

بَنٰی اَصْحَابُنَا الْمُتَقَدِّمُوْنَ الْجَوَابَ عَلٰی مَاشَاهَدُوْا مِنْ قِلَّةِ الْحُفَّاظِ وَرَغْبَةِ النَّاسِ فِیْهِمْ، وَلِاَنَّ الْحُفَّاظَ وَالْمُعَلِّمِیْنَ کَانَ لَهُمْ عَطَایَا فِیْ بَیْتِ الْمَالِ، وَافْتِقَادَاتٍ مِنَ الْمُتَعَلِّمِیْنَ فِیْ مُجَازَاتِ التَّعْلِیْمِ مِنْ غَیْرِ شَرْطٍ، وَهٰذَا الزَّمَانُ قَلَّ ذَالِکَ وَ اشْتَغَلَ الْحُفَّاظُ بِمَعَائِشِهِمْ فَلَوْلَمْ یُفْتَحْ لَهُمْ بَابُ التَّعْلِیْمِ بِالْاَجْرِ لَذَهَبَ الْقُرْآنُ، فَافْتَوْا بِالْجَوَازِ (البحر الرائق ۸: ۳۴ ط رشیدیہ)

ترجمہ: ”ہمارے متقدمین احناف نے اُس کی بناء پر جواب دیا جو اپنے زمانہ میں مشاہدہ کیا کہ حافظ کم تھے اور اُن میں لوگوں کی رغبت تھی، اور اس لئے بھی کہ حفاظ اور اساتذہ کے لئے بیت المال میں عطیات تھے، اور بغیر شرط ٹھہرائے طالبانِ علم تعلیم کا بدلہ دے کر اساتذہ کا دھیان رکھتے تھے، اور اِس زمانہ میں اِس

میں کمی ہوگئی ہے، اور حفاظ اپنے روزگار میں مشغول ہوگئے ہیں، تو اگر اُن کے
لئے اجرت کے ساتھ تعلیم کا دروازہ نہ کھولا جائے تو قرآن مجید چلا جائے گا، اس
لئے متأخرین نے تعلیمِ قرآن پر اجرت کے جواز کا فتویٰ دیا"۔

وَمَشَائِخُ بَلْخٍ جَوَّزُواالْاِسْتِيْجَارَعَلٰى تَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ اِذَاضُرِبَ لِذَالِكَ مُدَّةٌ اَفْتَوْا بِوُجُوْبِ اَجْرِالْمِثْلِ. قَالُوْاوَاِنَّمَا كُرِهَ تَعْلِيْمُ الْقُرْآنِ بِالْاَجْرِفِى الصَّدْرِ الْاَوَّلِ، لِاَنَّ حَمَلَةَ الْقُرْآنِ كَانُوْاقَلِيْلًافَكَانَ التَّعْلِيْمُ وَاجِبًاحَتّٰى لَايَذْهَبُ الْقُرْآنُ. فَاَمَّا فِىْ زَمَانِنَا كَثُرَحَمَلَةُ الْقُرْآنِ وَلَمْ يَبْقَ التَّعْلِيْمُ وَاجِبًا فَجَازَ الْاِسْتِيْجَارُ عَلَيْهِ. وَذَكَرَ الشَّيْخُ الْاِمَامُ اَبُوْبَكْرٍمُحَمَّدُبْنُ الْفَضَلِ الْبُخَارِىْ كَانَ الْمُتَأَخِّرُوْنَ مِنْ اَصْحَابِنَا يُجَوِّزُوْنَ ذَالِكَ. وَيَقُوْلُوْنَ اِنَّمَاكَانَ الْمُتَقَدِّمُوْنَ يَكْرَهُوْنَ ذَالِكَ لِاَنَّهٗ كَانَ لِلْمُعَلِّمِيْنَ عَطِيَّاتٌ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ وَكَانُوْامُسْتَغْنِيْنَ عَمَّالَابُدَّلَهُمْ مِنْ اَمْرِ مَعَاشِهِمْ. وَقَدْكَانَ فِى النَّاسِ رَغْبَةٌ فِى التَّعْلِيْمِ بِطَرِيْقِ الْحَسْبَةِ. وَلِلْمُتَعَلِّمِيْنَ مُرُوْئَةٌ فِى الْمَجَازَاتِ بِالْاِحْسَانِ مِنْ غَيْرِشَرْطٍ. اَمَّاالْيَوْمَ لَيْسَ لَهُمْ عَطِيَّاتٌ مِنْ بَيْتِ الْمَالِ. وَالتَّعْلِيْمُ يُشْغِلُهُمْ عَنْ اِكْتِسَابِ مَالَابُدَّلَهُمْ مِنْ اَمْرِالْمَعَاشِ وَانْقَطَعَ رَغْبَةُ الْمُعَلِّمِيْنَ فِى الْاِحْتِسَابِ وَمُجَازَاةِ الْمُتَعَلِّمِيْنَ مِنْ غَيْرِشَرْطٍ. فَتَجُوْزُالْاِجَارَةُ وَيُجْبَرُ الْمُسْتَأْجِرُ عَلٰى دَفْعِ الْاُجْرَةِ وَيُحْبَسُ بِهَاوَبِهٖ يُفْتٰى (المحیط البرھانی ۷:۴۸۰، ط دارالکتب العلمیہ بیروت)

ترجمہ: "مشائخ بلخ نے تعلیمِ قرآن پر اجرت جب اُس کے لئے مدت مقرر کی
جائے جائز ٹھہرائی ہے، اور اور اجرتِ مثلی واجب ہونے کا فتویٰ دیا ہے، وہ
کہتے ہیں کہ زمانۂ اول میں تعلیمِ قرآن پر اجرت اس لئے ناپسند کی گئی کہ
قرآن مجید کے حاملین تھوڑے تھے اور اس لئے تاکہ قرآن چلا نہ جائے

تعلیم واجب تھی، لیکن ہمارے زمانہ میں حاملینِ قرآن کثرت سے ہو گئے ہیں تو تعلیم واجب نہ رہی، تو اُس پر اجرت ٹھہرانا جائز ہو گیا، شیخ امام ابو بکر محمد بن الفضل بخاری نے ذکر فرمایا کہ ہمارے متأخرین اصحاب اجرت جائز ٹھہراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ متقدّمین اس لئے ناپسند کرتے تھے کہ معلّمین کے لئے بیتُ المال سے عطیات تھے، اور اُنہیں اپنے روزگار کے لئے ضروری آمدن کی ضرورت نہ تھی، اور پھر اُن میں بھی ثواب کی نیّت سے تعلیم دینے کا شوق تھا، اور طالبانِ علم کو بغیر شرط و تعیین کے احسان کا بدلہ دینے کی مُرُوّت موجود تھی، جب کہ اب کے دور میں بیتُ المال سے عطیات نہیں ملتے، اور تعلیم دینا ضروری روزگار سے رکاوٹ ہے، اور معلّمین میں ثواب کے لئے تعلیم دینے کا شوق اور بغیر شرط و تعیین طالبانِ علم کی طرف سے بدلہ دینے کا شوق ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اجرت پر رکھنا جائز ہو گا، اور اجرت پر استاذ رکھنے والے کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا، بلکہ (نہ دینے کی صورت میں) قید کیا جاسکے گا، اِسی پر فتویٰ ہے“۔

وَقَدِ اقْتُصِرَ عَلٰی اِسْتِثْنَاء تَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ اَيْضًا فِيْ مَتَنِ الْكَنْزِ وَمَتَنِ مَوَاهِبِ الرَّحْمٰنِ وَكَثِيْرٍ مِنَ الْكُتُبِ وَزَادَ فِيْ مُخْتَصَرِ الْوِقَايَةِ وَمَتَنِ الْاِصْلَاحِ تَعْلِيْمَ الْفِقْهِ، وَزَادَ فِيْ مَتَنِ الْمَجْمَعِ الْاِمَامَةَ وَمِثْلُهٗ فِيْ مَتَنِ الْمُلْتَقٰى وَدُرَرِ الْبِحَارِ، وَزَادَ بَعْضُهُمُ الْاَذَانَ وَالْاِقَامَةَ وَالْوَعْظَ، وَذَكَرَ الْمُصَنِّفُ مُعْظَمَهَا، وَلٰكِنَّ الَّذِيْ فِيْ اَكْثَرِ الْكُتُبِ الْاِقْتِصَارُ عَلٰى مَافِي الْهِدَايَةِ فَهٰذَا مَجْمُوْعُ مَاافْتٰى بِهِ الْمُتَأَخِّرُوْنَ مِنْ مَشَائِخِنَا وَ هُمُ الْبَلْخِيُّوْنَ عَلٰى خِلَافٍ فِيْ بَعْضِهٖ مُخَالِفِيْنَ مَاذَهَبَ اِلَيْهِ الْاِمَامُ وَ صَاحِبَاهُ، وَ قَدِ

اتَّفَقَتْ كَلِمَتُهُمْ جَمِيْعًا فِي الشُّرُوْحِ وَالْفَتَاوٰى عَلَى التَّعْلِيْلِ بِالضَّرُوْرَةِ وَهِيَ خَشْيَةُ ضِيَاعِ الْقُرْآنِ كَمَا فِي الْهِدَايَةِ (ردالمحتار مع الدر المختار ٦:٧٦ ط امدادیه)

ترجمہ: ”کنز، مواہب الرحمٰن وغیرہ بکثرت کتابوں میں صرف تعلیمِ قرآن کا استثناء ہے، مختصر الوقایہ اور الاصلاح کے متن میں تعلیم فقہ کا ذکر بھی ہے، اور تمام متون میں اور ملتقی الابہر اور درر البحار میں امامت کا ذکر بھی ہے، اور بعض نے اذان، اقامت، وعظ کا استثناء بھی ذکر کیا، مصنف نے اہم چیزوں کا ذکر کیا، اور جو ہدایہ میں ذکر ہے وہ مجموعہ ہے اُس کا جس کا فتویٰ ہمارے متاخرین مشائخ بلخ نے دیا، جب کہ بعض کا بعض میں اختلاف بھی ہے، اور یہ مشائخ امام صاحب اور صاحبین کے مذہب کے خلاف ہوئے، اور سارے فتاوی اور شروح میں اتفاق کے ساتھ یہ بات بیان ہوئی کہ استثناء ضرورت کی بناء پر ہے، اور ضرورت سے مراد قرآن مجید ضائع ہو جانے کا خطرہ ہے، جیسا کہ ہدایہ میں بھی ہے“۔

اِن عبارات سے معلوم ہوا کہ احناف کے بڑے ائمہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد وابو یوسف رحمہم اللہ کا مذہب جس سے اِن حضرات نے رجوع نہیں کیا ہے یہ ہے کہ کُل طاعات پر جن میں تعلیمِ قرآن بھی ہے، اذان وامامت بھی ہے، اجرت ٹھہرانا ناجائز ہے، لیکن اِن حضرات کا یہ فتوی متقدّمین میں کسی حد تک قابلِ عمل رہا، اور اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُن حضرات کو بیتُ المال سے عطیات ملتے تھے، اور طلبا کی طرف سے ہدایا ملتے تھے، جس کی وجہ سے وہ حضرات روزگار سے مستغنی تھے، اِس حالت کے سبب بوجہ ضرورت نہ ہونے کے احناف متقدّمین میں مفت میں تعلیمُ و تعلّم کا سلسلہ جاری رہا (غیر احناف میں نہیں)۔

مشائخ بلخ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اُنہوں نے طاعات پر اجرت ناجائز ہونے سے تعلیمِ قرآن کا استثناء کیا، علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کے مطابق متقدّمین کے زمانہ کے بعد متأخرین مسلسل مزید استثناء ات کرتے رہے، یہاں کہ تعلیمِ قرآن کے استثناء کے بعد تعلیمِ فقہ، امامت، اذان، وعظ وغیرہ بہت سے استثناء بڑھاتے رہے، اوراِن سب کو طاعات پر اجرت کے عدمِ جواز کے فتوی سے مستثنٰی کرتے رہے ہیں۔

متأخرین کے فتوی جواز کی وجوہات اور اُن سے مستنبط فوائد:

یہ استثناء ات کیوں ہوتے رہے ہیں؟

(۱) اوپر کی عبارات سے ظاہر ہے کہ تعلیمِ قرآن کا استثناء اس لئے کیا کہ معلّمین اپنے اور گھرانہ کے روزگار کے محتاج وضرورت مند ہیں، اوراِس روزگار کی صورتیں دو میں سے ایک ہوسکتی تھی، ایک یہ کہ باقاعدہ روزگار کا کوئی ذریعہ یعنی تجارت وغیرہ اختیار کریں اور حارج ہونے کے سبب تعلیم چھوڑدیں، دوسری صورت یہ ہے کہ تعلیم دیتے رہیں اور اِسی تعلیم کا کچھ معاوضہ بھی وصول کرتے رہیں، پہلی صورت میں تعلیمِ قرآن چھوٹتی ہے، جس سے قرآن مجید کا ضیاع لازم آسکتا ہے، دوسری صورت میں قرآن کا ضیاع بھی نہیں ہوتا اورروزگار بھی رہتا ہے، متأخرین نے اِسی دوسری صورت کو مجبورًا اختیار کیا۔

(۲) لیکن اوپر کی عبارات میں امام سرخسی اور ابوالمعالی محمود بن احمد بخاری حنفی (م۶۱۶ھ) اورابن نجیم رحمہم اللہ کی عبارات میں فقہاءِ بلخ سے یہ بھی نقل ہے کہ متقدّمین کے حرمت کے فتوٰی کی وجہ دو باتیں تھیں، ایک یہ بات تھی کہ اُس زمانہ کے معلّمین بغیر

اجرت کے شوق سے تعلیم دینے کے لئے مل جاتے تھے، اس لئے جو اجرت لے کر پڑھاتا اُس کو اور اُس کے اِس فعل کو بُرا مانا جاتا تھا۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اُس دور کے طالبانِ علم اساتذہ کا احسان سمجھتے تھے، اور اِس احسان کا بدلہ احسان سے چکاتے تھے، یعنی عطیات اور ہدایا پیش کیا کرتے تھے، جس کے سبب اساتذہ کو اجرت ٹھہرانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی تھی، اِس کے باوجود اگر کوئی معلّم اجرت چاہتا تو اُس کا یہ فعل بُرا مانا جاتا تھا، اب طالبانِ علم کی طرف سے بھی یہ ہدایا اور عطیات بند ہو گئے ہیں، اِن دو باتوں کے سبب اب اساتذہ کو اجرت ٹھہرانا مجبوری ہو گئی، اس لئے اب طے کر کے اجرت لینا دینا جائز قرار دیا گیا ہے۔

(۳) اِس سے یہ بھی واضح ہوا کہ مجازاۃ الاحسان بالاحسان کے طور پر طالبانِ علم کی طرف سے اساتذہ کو جو عطیات اور ہدایا ملتے تھے، اُس دور والے اہلِ علم اُن کا لینا ناجائز نہیں سمجھتے تھے، اور لے لیتے تھے، تو اگر اب بھی کسی دینی خدمت پر مجازاۃ الاحسان بالاحسان کے طور کچھ دیا اور لیا جائے تو جب متقدمین اُس کو ناجائز نہیں سمجھتے تھے، تو متاخرینِ زمانہ حاضرہ بھی کچھ حرج نہ سمجھیں، خوب سمجھ لینا چاہیئے۔

اِن عبارتوں سے معلوم ہوا کہ طالبانِ علم جو اساتذہ کو ہدایا اور عطیات دیتے تھے، وہ مجازاۃ الاحسان بالاحسان کی صورت تھی، جس سے معلوم ہوا کہ مجازاۃ الاحسان بالاحسان یہ ہے کہ معاوضہ اور اُس کی مقدار متعین و مشروط نہ ہو، نتیجہ واضح ہے کہ جب شرط و تعیین نہ ہو تو اگر دینی خدمت پر کچھ دیا جائے تو یہ اجرت نہیں مجازاۃ الاحسان بالاحسان ہے، اور مجازاۃ الاحسان بالاحسان متقدّمین میں بھی جائز تھا چہ جائے کہ متاخرین ناجائز بتائیں، جب متقدّمین میں اجرت ناجائز تھی، اور مجازاۃ الاحسان بالاحسان جائز تھا، تو اگر تراویح میں قرآن مجید سنانے والے کو بھی شرط و تعیین کے بغیر کچھ دیا جائے تو وہ اجرت نہیں، مجازاۃ الاحسان بالاحسان ہوا، اور متقدّمین نے مجازاۃ

الاحسان بالاحسان پر اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْط کا حکم نہیں لگایا تھا، تو اب تراویح میں قرآن مجید سنانے والے کو ملنے والے ہدایا اور عطیات پر جو کہ مجازاۃ الاحسان بالاحسان ہے اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْط کا حکم لگا کر کیوں ناجائز ٹھہرایا جاتا ہے؟

(۴) اوپر کی عبارات میں یہ بات بھی آئی ہے کہ جب معلّم سے تعلیمِ قرآن کی مدت اور جگہ مقرر کر دی جائے، تو اُس کو اجرت دینا واجب ہے، اور نہ دینے کی صورت میں نہ دینے والے کو قید کیا جاسکتا ہے، اِس سے صاف سمجھ آیا کہ مدت طے ہو جانے کی صورت میں تعلیمِ قرآن کی اجرت دراصل اُس مدت تک معلّم کو محبوس کرنے کی اجرت ہے، اِس کو براہِ راست تعلیمِ قرآن کی اجرت نہ ٹھہرائیں، جس سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔

ایک یہ کہ جس کسی طاعت کے بجالانے میں آدمی دوسرے کا پابند ہو جائے، اُس طاعت میں دوسرے کی پابندی میں ہو جانا بھی اجرت کے جواز کا سبب ہے، اِس کی دوسری بھی بہت سی مثالیں ہیں، کیا اِس اصول کا مقتضا یہ نہیں کہ تراویح میں قرآن سنانے والا بھی جب پابند ہو گیا، اور سارا دن منزل یاد کرتا ہے، اور تراویح پڑھنے یا پڑھانے میں دوسری مسجد میں نہیں جاسکتا، اور یوں اہلِ مسجد کا پابند بن گیا ہے تو وہ بھی اِس پابندی کے سبب معاوضہ لینے کا مستحق ہو؟

اس لئے امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان بجا معلوم ہوتا ہے۔

لَایَنْبَغِیْ اَنْ یُّظَنَّ اَنَّ اِمَامَ صَلَاۃِ التَّرَاوِیْحِ یَاخُذُالْاُجْرَۃَ عَلَی الصَّلَاۃِ وَاَنَّ الصَّلَاۃَ لِغَیْرِاللّٰہِ جَائِزَۃٌ بِھٰذَاالدَّلِیْلِ۔ فَذَالِکَ حَرَامٌ بِالْاِتِّفَاقِ۔ وَلٰکِنْ اِتْعَابُہٗ نَفْسَہٗ فِیْ حُضُوْرِ مَوْضَعٍ مُعَیَّنٍ وَقِیَامِہٖ فِیْ وَقْتٍ مُعَیَّنٍ لَیْسَ بِوَاجِبٍ عَلَیْہِ۔ وَلَیْسَ مِنْ نَفْسِ الْعِبَادَۃِ۔ وَاِنَّمَاالْاُجْرَۃُ فِیْ مُقَابَلَۃِ ذَالِکَ التَّعَبِ۔۔۔۔۔۔فَکَذَالِکَ ھُوَمُخْلِصٌ مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ یُصَلِّی التَّرَاوِیْحَ لِلّٰہِ تَعَالٰی مُعْتَاضٌ مِنْ حَیْثُ اَنَّہٗ یَحْضُرُالْمَکَانَ الْمُعَیَّنَ

وَيُقِيْمُ الْعِبَادَةَ فِي الْوَقْتِ الَّذِيْ يُعَيِّنُهُ الْمُسْتَأْجِرُ (فاتحة العلوم ص١٦ط المطبعة الحسينية المصرية سن ١٣٢٢ھ،الوسيلة الاحمدية شرح الطريقة المحمدية جلد٤ ، ص٣٢٥ط مطبعه شركه صحافيه عثمانيه)

یہ گمان کرنا مناسب نہیں کہ نماز تراویح کا امام نماز پر اجرت لیتا ہے، اور اس دلیل سے غیر اللہ کے لئے نماز جائز ہو گی، نہیں یہ (غیر اللہ کے لئے نماز) تو بالاتفاق حرام ہے، لیکن تراویح پڑھانے والا اپنے کو اس مشقت میں ڈالتا ہے کہ متعین جگہ میں حاضر ہو تا اور متعین وقت میں قیام کرتا ہے، اور یہ مشقت اُس پر نہ واجب ہے، نہ نفسِ عبادت میں سے ہے، اور یہ اجرت بس اِسی مشقت کے بدلے میں ہے۔۔ تراویح کا امام اس اعتبار سے مخلص ہے کہ اللہ کے لئے تراویح پڑھتا ہے، اور عوض اس اعتبار سے لیتا ہے کہ مقرر جگہ حاضر ہوتا ہے اور مستأجر (مقتدیوں) کی طرف سے مقرر وقت میں عبادت کرتا ہے۔

دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ دو مسلمان اجرت کا جو معاملہ طے کریں جہاں تک ممکن ہو اُس کو جائز بنانے کی کوشش کی جائے، جب کسی طرح جواز کی گنجائش نہ نکلے تو پھر ناجائز بتانا مجبوری ہے۔

اُمُوْرُ الْمُسْلِمِيْنَ عَلَى السَّدَادِ حَتّٰى يَظْهَرُ غَيْرُهٗ (قواعد الفقه ص٧٠ط دار الكتاب كوئٹہ)

"جب تک ہو سکے گا مسلمانوں کے معاملات درستگی اور صحت پر محمول کئے جائیں گے"

اَلْمُتَعَاقِدَانِ اِذَا صَرَّحَا بِجِهَةِ الْفَسَادِ فَهُوَ كَمَا صَرَّحَا وَاِلَّا صُرِفَ اِلَى الصِّحَّةِ (قواعد الفقه ص١١٩)

"دو عقد کرنے والے جب صاف صاف عقد کے فاسد ہونے کو واضح بیان کریں تب تو عقد فاسد ہو گا، ورنہ عقد کو صحیح ہونے کی طرف پھیر اجائے گا"۔

یہاں معلّم قرآن کے لئے جب جگہ اور مدت طے ہوئی، تو اب جو اجرت مقرر ہوئی، اُس کو جائز بنانے کے لئے کہا گیا کہ یہ تعلیمِ قرآن کی اجرت نہیں ہے، بلکہ وقت اور جگہ کا پابند بنانے کی اجرت ہے، لہٰذا اِس معلّم قرآن کے لئے اجرت جائز ہو گئی، شروع میں مالکیہ کے مسلک کے بیان میں ذکر ہوا کہ اُن کے نزدیک بھی امامت کی اجرت ناجائز تھی، لیکن اذان کی اجرت جائز تھی، اُن حضرات نے فرمایا کہ جب ایک شخص کو اذان وامامت دونوں پر مقرر کر دیا جائے تو اُس کے لئے اجرت جائز ہو گی، اور یہ اجرت امامت کی نہیں ٹھہرے گی، بلکہ اذان کی اجرت مانیں گے، یہ اس لئے تا کہ یہ اجرت جائز ہو جائے۔

غور فرمائیں کہ دو مسلمانوں کے اجارہ کو ممکن حد تک جائز بنانے کی کوشش کی گئی، ایسے ہی اگر کسی سے تراویح میں قرآن سنانے پر اجرت ٹھہرائی جائے، تو اُس میں بھی دو پہلو ہیں، ایک یہ کہ وہ اجرت قرآن مجید پڑھنے اور سنانے کی ٹھہرائیں، اِس صورت میں یہ اجرت ناجائز کہی گئی ہے، دوسرے یہ کہ وہ اجرت امامتِ تراویح کی مان لی جائے، اس صورت میں یہ اجرت متأخرین کے فتوی پر جائز ہو جائے گی، تو اِس اجارہ کو بھی جائز بنانے کے لئے کیوں نہ مان لیا جائے کہ یہ تراویح کی امامت پر اجرت ہے، قرآن مجید سنانے کی نہیں؟

اوپر کی عبارات کے مطابق متأخرین نے جن طاعات کو مستثنیٰ کیا اُن میں امامت بھی ہے، اور یہ امامت مطلق ہے پانچ نمازوں کی امامت ہو یا جمعہ وعیدین کی امامت ہو یا نمازِ تراویح کی امامت ہو، ان سب کو شامل ہے، کیوں کہ متقدّمین نے حرمت کا جو فتوی دیا تھا وہ بھی ہر طرح کی امامت کو عام تھا پانچ نمازوں کی امامت ہو یا تراویح کی امامت ہو، الفاظ دوبارہ ملاحظہ فرمائیں

وَلَوِاسْتَاجَرُوْامَنْ يَّؤُمُّهُمْ فِيْ رَمَضَانَ وَغَيْرِهٖ لَمْ يَجُزْ (المبسوط للسرخسی ۳۷:۱۶ط دارالمعرفہ بیروت)

"اگر لوگوں نے کسی کو اجرت پر رکھا جو رمضان اور غیر رمضان میں اُن کی امامت کرے تو یہ جائز نہیں"۔

جب متقدّمین نے مطلق امامت پر وہ رمضان کی امامت ہو یا غیر رمضان کی اجرت ناجائز قرار دی تھی، اور متاٴخرین نے امامت پر اجرت جائز ہونے کا فتوی دے دیا، تو یہ جواز کا فتوی بھی ہر طرح کی امامت کو عام ہو گا وہ امامت رمضان کی ہو یا غیر رمضان کی، کیوں کہ متاٴخرین نے تراویح اور پنجگانہ نماز کی امامت کی اجرت میں فرق نہیں کیا ہے (جو ایسا دعوی کرے وہ متاٴخرین کی منع کی صریح عبارت پیش کرے) اُس کو امامتِ غیر رمضان کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی دلیل اور کوئی الفاظ نہیں ہیں۔

وَفِیْ زَمَانِنَا یَجُوْزُ لِلْاِمَامِ وَالْمُؤَذِّنِ وَالْمُعَلِّمِ اَخْذُ الْاُجْرَۃِ (البحرالرائق۸:۳۵ط رشیدیہ کوئٹہ،وغیرھامن الکتب الفقھیہ)

اور ہمارے زمانہ میں امام اور موٴذن اور استاذ کے لئے اجرت لینا جائز ہے۔

عرب عالم شیخ ابو عبد الرحمن عید بن احمد فواد مصری نے کتاب لکھی ہے "حکم اخذ الاجرۃ علی الامامۃ فی التراویح" اُس میں اگر احناف شوافع مالکیہ حنابلہ میں سے کسی کی عبارت میں امامتِ تراویح کا صاف لفظ آیا ہے، تو وہ درج کیا ہے، اور اگر صاف لفظ نہیں ملا تو ایسی عبارات پیش کی ہیں جن میں مطلق امامت کا حکم ذکر ہوا، جس سے معلوم ہوا کہ عرب کے ہاں مطلق امامت امامتِ تراویح کو بھی شامل ہے، بلکہ جو حضرات اِس مسئلہ میں اجرت حرام ہونے کے قائل ہیں، وہ بھی تراویح کی امامت کی اجرت جائز ہونے کے قائل ہیں (جیسا کہ آگے بعض فتاوی کی عبارات میں آنے والا ہے) تراویح میں سنائے جانے والے قرآن مجید کی اجرت کو حرام کہتے ہیں۔

(۵) اوپر علامہ ابن عابدین رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں آیا کہ مستثنٰی طاعات بس وہی تسلیم کریں گے جن کو متاٴخرین فقہاء نے مستثنٰی کیا ہے، بجا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ جس وجہ اور

علت سے متأخرین نے جس طاعت کو مستثنٰی کیا ہے، اُس وجہ اور علت کو دیکھنا بھی تو لازمی بات ہے، تو اگر کسی نئے دور میں وہ وجہ اور علت کسی دوسری طاعت میں پائی جائے ، تو اُس کے سبب اُس طاعت کو بھی مستثنیات میں شامل کریں گے یا نہ ؟ حکم کی علت پائے جانے کا مقتضا تو یہ ہے کہ اُس طاعت کو بھی مستثنیات میں شامل کیا جائے گا۔

اب دیکھیں کہ امامت اور اذان کی اجرت کیوں جائز ٹھہرائی گئی ؟ تو وجہ یہ بیان ہوئی کہ جماعت اور اذان شعائر دین میں سے ہے، تو شعائرِ دین کو باقی رکھنے کے لئے اجرت جائز ہے ، تو تراویح کی جماعت اور تراویح میں قرآن مجید پڑھنا اور سننا بھی شعائر دین اور شعائر اہلِ سنت میں داخل ہو گیا ہے، تو تراویح کے امام کے لئے اجرت کیوں جائز نہ ہو گی ؟

وَاسۡتَثۡنٰی بَعۡضُھُمۡ اَیۡضًا اَلۡاِسۡتِیۡجَارَ عَلَی الۡاَذَانِ وَالۡاِقَامَةِ وَالۡاِمَامَةِ لِلۡعِلَّةِ الۡمَذۡکُوۡرَةِ (اَیۡ لِاَنَّهٗ اِنۡقَطَعَتِ الۡعَطَایَا مِنۡ بَیۡتِ الۡمَالِ وَعَدَمِ الۡحِرۡصِ عَلَی الدَّفۡعِ بِطَرِیۡقِ الۡحَسۡبَةِ۔ مرتب) لِاَنَّھُمَا مِنۡ شَعَائِرِ الدِّیۡنِ فَفِیۡ تَفۡوِیۡتِھِمَا ھَدۡمُ الدِّیۡنِ فَھٰذِہِ الثَّلَاثَةُ مُسۡتَثۡنَاةٌ لِّلضَّرُوۡرَةِ فَاِنَّ الضَّرُوۡرَةَ تُبِیۡحُ الۡمَحۡظُوۡرَاتِ (العقود الدریة فی تنقیح الفتاوی الحامدیة ۲: ۱۲۶)

> ترجمہ: ”بعض متأخرین فقہاء نے اذان واقامت اور امامت پر بھی اجرت ٹھہرانا مستثنٰی کیا ہے (کہ اجرت جائز ہے) مذکورہ وجہ کے سبب (کہ بیت المال سے عطیات بند ہو گئے، اور ثواب کی نیت سے تعلیم دینے کی صورت میں عطیات وہدایا بھی بند ہو گئے) کیوں کہ اذان و جماعت شعائرِ دین سے ہیں، اِن کے فوت ہونے سے دین کا خاتمہ ہے، تو یہ تین بھی ضرورت کی وجہ سے مستثنٰی ہیں، کیوں کہ ضرورت ممنوعات کو جائز بنا دیتی ہے“۔

وَاَفْتٰی مَنْ بَعْدَهُمْ اَیْضًامِنْ اَمْثَالِهِمْ بِصِحَّتِهٖ عَلَى الْاَذَانِ وَالْاِمَامَةِ لِاَنَّهُمَامِنْ شَعَائِرِ الدِّیْنِ. فَصَحَّحُواالْاِسْتِیْجَارَ عَلَیْهِمَا لِلضَّرُوْرَةِ اَیْضًا (شرح عقود رسم المفتی لابن عابدین ص۷ ط قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: "بعد والے اُنہی جیسے فقہاء نے اذان وامامت پر اجرت ٹھہرانا بھی جائز قرار دیا کیوں کہ یہ دونوں بھی شعائر دین سے ہیں، تو ضرورت کے سبب اِن پر اجرت ٹھہرانا بھی صحیح قرار دیا ہے"۔

اِن عبارتوں میں مطلق امامت وجماعت کا شعائر دین سے ہونا بیان ہے، امامتِ تراویح کا استثناء نہیں ہے، اور شعائر دین کو باقی رکھنا لازمی ہوتا ہے، اس لئے اذان وامامت کے لئے اجرت ٹھہرانا جائز ہوا، چاہے پانچ نمازوں کی امامت ہو یا تراویح کی امامت، اس لئے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ ہیں،

"البتہ خود تراویح یا پنجگانہ نماز کی جماعت یہ شعائر سے ہے، اس کے لئے اگر مفت کا امام نہ ملے تو اجرت ٹھہرانا درست ہے"۔ (خطبات حکیم الامت جلد ۱۰، فضائل صوم وصلوۃ، ص۲۹۱ ط تالیفات اشرفیہ ملتان سنہ ۱۴۲۸ھ)

باب دوم

اُجرت تراویح کا حکم

فصل اول

اجرت تراویح کے جواز کی تاویلی صورتیں:

اکابرین علماء دیوبند کی تصریحات دو قسم کی ہیں، علماءِ دیوبند کے اکثر متقدّمین اور متأخرینِ دیوبند میں بھی کئی حضرات تراویح پڑھانے پر کچھ لینے دینے کو ناجائز کہتے ہیں، لیکن کچھ حضرات وہ بھی ہیں جو تراویح پڑھانے والوں کو کچھ لینا، دینا جائز بتاتے ہیں۔

اکابرین علماء دیوبند میں سے جو اجرت کے ناجائز ہونے کے قائل ہیں، اُن میں بھی کچھ علماءِ دیوبند وہ ہیں جنہوں نے تاویلی صورتیں بیان کرکے تراویح پڑھانے والوں کے لئے کچھ رقم دینا لینا جائز بنایا ہے۔ جن اکابرین دیوبند کا موقف تراویح میں قرآن مجید سنانے کی اجرت حرام ہونے کا ہے، اُنہوں نے تراویح میں اجرت کے جائز بنانے کے لئے جو تاویلی صورتیں بتائی ہیں، درج ذیل ہیں۔

پہلی صورت:

جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد ہند کے استاذالحدیث ورئیس الافتاء مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم فرماتے ہیں،

> ”جو شخص مستقل امام ہے، اُس کا رمضان کی تنخواہ میں اضافہ کی شرط لگانا جائز ہے، اور ایسی صورت میں یہ ختمِ قرآن کی اجرت نہیں ہوگی، بلکہ مستقل امامت کی اضافی تنخواہ ہے، اِس میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ

مدارس میں مدرسین کے لئے رمضان میں کام کرنے کی صورت میں تنخواہ ڈبل کردی جاتی ہے"۔(فتاوٰی قاسمیہ جلد۸، ص۴۲۴،ط مکتبہ اشرفیہ دیوبند)

"جو مستقل ہمیشہ کے لئے امام ہے، اُس کو دینے کی گنجائش ہے، اس لئے کہ مستقل امام کو جو دیا جاتا ہے وہ سال بھر کی تنخواہ کے اندر سالانہ آمدنی شمار ہوتی ہے، قرآن سننے یا سنانے کے متعلق نہیں ہوتی۔۔۔ لیکن بہتر یہ ہے کہ ختم قرآن کے موقع پر نہ دیا جائے، بلکہ اُس سے پہلے یا بعد میں دیا جائے"۔(فتاوی قاسمیہ جلد۸، ص۵۶۹،۵۶۸)

اس صورت کا حاصل یہ ہوا کہ مستقل امام جو پانچ نمازیں پڑھاتا ہے، مقتدی خود یا امام کے کہنے پر یہ طے کرلیں کہ جو تنخواہ رمضان کے علاوہ ملتی ہے، رمضان میں مشقت بڑھ جانے کے سبب وہ دوگنا یا تین گنا یا چار گنا وغیرہ جتنی چاہیں بڑھادیں، اوراب اضافہ کے ساتھ یہ تنخواہ امامت کی ہوگی، تراویح میں قرآن مجید سنانے کی اجرت نہیں ہوگی، اور یہ صورت جائز ہے۔
بلکہ غور فرمائیں تو دوسری عبارت مستقل امام کے لئے تراویح پڑھانے پر زیادہ رقم دینے اور لینے کو صاف صاف جائز بنارہی ہے چاہے امام نے شرط نہ لگائی ہو، بس اس قدر احتیاط کا کہا گیا کہ ختم والے دن کے بجائے دوسرے دن رقم دے دی جائے۔

دوسری صورت:

مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم فرماتے ہیں،
"جو شخص رمضان میں صرف تراویح پڑھاتا ہے، جس میں ختمِ قرآن نہ ہو، بلکہ الم تر کیف وغیرہ چھوٹی سورتوں یا مایجوزبہ الصلوۃ قرأت کے

ذریعے سے صرف بیس رکعت تراویح کی نماز پڑھادیتا ہے، اور اُس پر اجرت لیتا ہے، تو یہ جائز اور درست ہے، اس لئے کہ یہ عام نمازوں کی امامت کی طرح تراویح کی امامت کی اجرت ہے"۔(فتاوی قاسمیہ جلد ۸، ص ۴۲۵)

"سورہ تراویح یعنی الم ترکیف سے تراویح کی امامت پر اجرت کی گنجائش ہے، اس لئے کہ اس صورت میں قرآن سنانا مقصد نہیں ہوتا ہے، بلکہ صرف نفس نماز تراویح مقصد ہوتا ہے، اور نماز تراویح اصل ہے اور تراویح کے ضمن میں مختصر سورتیں نماز کے تابع ہیں، اس لئے اصل مقصد نماز تراویح ہے، اور نماز کی امامت میں اجرت حبسِ وقت کی لینا شرعاً جائز ہے اور ختمِ قرآن کی صورت میں تراویح کے ساتھ ختمِ قرآن اہم مقصد ہوتا ہے اور قرآن کریم سنا کر اجرت لینا اور دینا دونوں حرام ہیں، اس لئے جائز نہیں ہے"۔(فتاوی قاسمیہ جلد ۸، ص ۵۵۳، ۵۵۴)

ان صورتوں پر یہ اشکال بجا ہوگا کہ اگر امام سورتوں اور مایجوز بہ الصلاۃ قرأت کے ساتھ تراویح پڑھائے تو ملنے والی رقم سورتوں اور قرأت کی اجرت نہ ٹھہرے بلکہ امامت کی ٹھہرے، اور امام پورا قرآن مجید سنائے تو اجرت قرآن مجید کی ٹھہرے اور امامت کی نہ ٹھہرے یہ فرق کیوں؟ اور سورہ الم ترکیف اور مختصر سورتیں تو نمازِ تراویح کے تابع ہوں، اصل مقصود نہ ہوں، لیکن ساری سورتوں کا مجموعہ قرآن مجید اصل مقصود ہو، اور اُس میں تراویح کے تابع بننے کی صلاحیت نہ ہو، کیوں؟ اِس کے برعکس کیوں نہ مان لیا جائے کہ اصل مقصود نمازِ تراویح ہے اور قرآن مجید کی تلاوت (چاہے سورتوں کی ہو یا پورے قرآن مجید کی) اُس کے تابع ہے؟

اِن حضرات مفتیانِ کرام نے تراویح کی امامت پر ملنے والی رقم کو حرام بتانے کے لئے عربی فتاوٰی کی وہ عبارتیں لکھیں جو تلاوتِ محضہ پر عوض لینے سے متعلق ہیں، امامت کے ضمن میں

ہونے والی تلاوت سے متعلق نہیں ہیں، اور ایسی عبارتیں مل بھی نہیں سکتی ہیں جن میں نماز کے ضمن میں ہونے والی تلاوت کی اجرت ناجائز بتائی گئی ہو۔

ابھی فتاوی کی عبارت میں یہ بھی آیا کہ سورتوں کے ذریعے تراویح پڑھانے والے امام کے لئے حبسِ وقت کی اجرت لے لینا شرعًا جائز ہے، عرض ہے کہ جو آدمی سورتوں کے ساتھ تراویح پڑھائے وہ محبوس یعنی پابند بن جاتا ہے، اوراِس پابندی کے سبب اُس کا اجرت لینا جائز ہو جاتا ہے، توکیا جو پورا قرآن مجید سناتا ہے وہ محبوس نہیں ہوتا؟اِسی حبسِ وقت کی وجہ سے اُس کے لئے کچھ عوض لینا کیوں جائز نہیں؟ کیا وہ کاروبار کے لئے جاتا ہے یا جاسکتا ہے؟

آخر کیا وجہ ہے کہ ایک جگہ حبسِ وقت کی اجرت ہے، اور دوسری جگہ حبسِ وقت کی اجرت نہیں، محض قرآن سنانے کی اجرت ہے؟

اس لئے امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان بجا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہوا

لَایَنۡبَغِیۡ اَنۡ یُّظَنَ اَنَّ اِمَامَ صَلَاةِ التَّرَاوِیۡحِ یَاخُذُالۡاُجۡرَةَ عَلَی الصَّلَاةِ وَاَنَّ الصَّلَاةَ لِغَیۡرِاللّٰهِ جَائِزَةٌ بِهٰذَاالدَّلِیۡلِ ،فَذَالِکَ حَرَامٌ بِالۡاِتِّفَاقِ،وَلٰکِنۡ اِتۡعَابُهٗ نَفۡسَهٗ فِیۡ حُضُوۡرِمَوۡضَعٍ مُعَیَّنٍ وَقِیَامِهٖ فِیۡ وَقۡتٍ مُعَیَّنٍ لَیۡسَ بِوَاجِبٍ عَلَیۡهِ، وَلَیۡسَ مِنۡ نَفۡسِ الۡعِبَادَةِ،وَاِنَّمَاالۡاُجۡرَةُ فِیۡ مُقَابَلَةِ ذَالِکَ التَّعَبِ۔۔۔۔۔فَکَذَالِکَ هُوَمُخۡلِصٌ مِنۡ حَیۡثُ اَنَّهٗ یُصَلِّی التَّرَاوِیۡحَ لِلّٰهِ تَعَالٰی مُعۡتَاضٌ مِنۡ حَیۡثُ اَنَّهٗ یَحۡضُرُالۡمَکَانَ الۡمُعَیَّنَ وَیُقِیۡمُ الۡعِبَادَةَ فِی الۡوَقۡتِ الَّذِیۡ یُعَیِّنُهُ الۡمُسۡتَأۡجِرُ (فاتحة العلوم ص١٦ط المطبعة الحسينية المصرية سنه ١٣٢٢)

یہ گمان کرنا مناسب نہیں کہ نماز تراویح کا امام نماز پر اجرت لیتا ہے، اوراس دلیل سے غیرُ اللہ کے لئے نماز جائز ہوگی، نہیں یہ (غیرُ اللہ کے لئے نماز) توبالاتفاق حرام ہے، لیکن تراویح پڑھانے والا اپنے کو اس مشقت میں ڈالتا ہے کہ متعین جگہ میں حاضر ہوتا اور متعین وقت میں قیام

کرتا ہے، اور یہ مشقت اُس پر نہ واجب ہے، نہ نفسِ عبادت میں سے ہے، اور یہ اجرت بس اِسی مشقت کے بدلے میں ہے۔۔ تراویح کا امام اس اعتبار سے مخلص ہے کہ اللہ کے لئے تراویح پڑھتا ہے اور عوض اس اعتبار سے لیتا ہے کہ مقرر جگہ حاضر ہوتا ہے اور مستأجر (مقتدیوں) کی طرف سے مقرر کئے ہوئے وقت میں عبادت کرتا ہے۔

تیسری صورت:

مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم فرماتے ہیں،

"کوئی شخص (یا اشخاص) حافظ صاحب سے تعلق اور محبت کی بنیاد پر بلا کسی شرط کے اتفاقاً خاموشی سے خلوصِ محبت کے ساتھ انفرادی طور پر ہدیہ پیش کرے، جس میں ختم پر اجرت کا کوئی شبہ نہ پایا جاتا ہو، تو اس انفرادی ہدیہ کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا، تاہم بہتر یہی ہے کہ یہ ہدیہ عین ختم والے دن نہ دیا جائے، تاکہ اجرت کا شائبہ نہ پایا جائے" (فتاوی قاسمیہ جلد ۸، ص ۴۲۶)

مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند مولانا مفتی عزیز الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

"اگر در نیت قاری و سامعین گرفتن و دادن روپیہ نہ بود، بعد از ختم محض لوجہ اللہ وابتغاء مرضات اللہ روپیہ بقاری دادندو او قبول کرد جائز خواہد شد فالعبرۃ لنیۃ القاری والسامعین" (فتاوی دارالعلوم دیوبند جلد ۴ ص ۲۳۲، ط مکتبہ امدادالعلوم ملتان)

ترجمہ: "اگر قاری اور سننے والوں کی نیت میں روپیہ لینا دینا نہ ہو، ختمِ قرآن کے بعد محض اللہ کی رضا کے لئے قاری کو روپیہ دیں اور وہ قبول کرے تو جائز ہوگا، اعتبار قاری اور سننے والوں کی نیت کا ہے"۔

اِس صورت کا حاصل یہ ہوا کہ تراویح میں قرآن مجید سنانے والے حافظ صاحب کو ہدیہ یا تحفہ کے طور پر کچھ دیا جائے، تو اُس میں حرج نہیں، البتہ اُس میں دو باتوں کا لحاظ ہو، ایک یہ کہ محض خلوص و محبت کی بناء پر ہو، شرط نہ ہو، دوسرے یہ کہ عین ختمِ قرآن والے دن نہ دیا جائے، آگے پیچھے کر کے دیا جائے۔

چوتھی صورت:

مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم فرماتے ہیں،

"امام کو رکھتے وقت یہ طے ہوا ہے کہ ہر ماہ اتنی تنخواہ رہے گی، اور سال کے آخر میں ماہِ رمضان میں اتنا ملے گا، تو ایسی صورت میں رمضان میں جو زیادہ مل رہا ہے، وہ ہمیشہ کی تنخواہ میں شامل ہوگا، یہ نہیں کہ جو مل رہا ہے وہ صرف قرآن سنانے کی وجہ سے مل رہا ہے، تو یہ شکل جواز کے دائرہ میں داخل ہو جاتی ہے" (فتاوی قاسمیہ جلد ۸ ص ۴۸۳)

پانچویں صورت:

مولانا مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی دامت برکاتہم ہی فرماتے ہیں،

"زید ایک مسجد کا مستقل امام ہے، اور لوگوں نے کچھ تنخواہ بھی طے نہیں کی، بلکہ لوگ اپنے امام کو فصل گندم میں گندم دیتے ہیں، اور فصل مکئی میں مکئی اور فصل گڑ میں گڑ اور کچھ رقم عید پر دے دیتے ہیں، اور کچھ رقم اس روز دیتے ہیں جس روز قرآن پورا ہوتا ہے، تو امام کو دینا اور لینا جائز ہے، کیوں کہ یہ اُس کی مستقل امامت کی اجرت میں داخل ہے، اور امامت کی اجرت لینا جائز ہے" (فتاوی قاسمیہ جلد ۸ ص ۴۸۳، ۴۸۴)

چھٹی صورت:

مدرسہ حسینیہ راندیر (انڈیا) کے فاضل جامع مسجد راندیر کے خطیب مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

”جہاں لوجہ اللہ تراویح خوان حافظ نہ ملے وہاں تراویح پڑھانے والے کو ماہِ رمضان کے لئے نائب امام بنایا جائے، اور اُس کے ذمہ ایک یا دو نماز سپرد کی جائے، تو اِس مذکور حیلہ سے تنخواہ لینا دینا جائز ہو جائے گا، کیوں کہ امامت کی اجرت کو جائز قرار دیا گیا ہے، مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد کفایت اللہ صاحب کا فتوی ہے“۔

”اگر رمضان المبارک کے مہینے کے لئے حافظ کو تنخواہ پر رکھ لیا جائے اور ایک دو نمازوں میں اُس کی امامت معین (مقرر) کر دی جائے، تو یہ صورت جواز کی ہے، کیوں کہ امامت کی اجرت (تنخواہ) کی فقہاء نے اجازت دی ہے“۔ (محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ دہلی ۲۷ شعبان سنہ ۱۳۷۰ھ)

حضرت مفتی محمود الحسن صاحب گنگوہی مفتی مظاہر علوم فرماتے ہیں،

”اصل مذہب تو عدمِ جواز ہی ہے، لیکن حالتِ مذکورہ میں حیلہ مذکور کی گنجائش ہے“ محمود حسن گنگوہی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور ۱۵ شعبان سنہ ۱۳۷۰ھ“ (فتاوی رحیمیہ جلد ۶، ص ۲۳۵ ط دار الاشاعت کراچی، مسائل رفعت قاسمی، جلد ۲، مسائل تراویح ص ۲۹، ۲۸، ط حامد کتب خانہ کراچی، محمود الفتاوی جلد ۳، ص ۱۰۰، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵ مولفہ مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری، شیخ الحدیث ڈابھیل، ط مکتبہ محمودیہ گجرات)

"جس جگہ لوجہ اللہ قرآن سنانے والا حافظ نہ ملتا ہو، اور قرآن سننے سے محرومی کی نوبت آتی ہو، تو مجبوراً یہ طریقہ اختیار کیا جاسکتا ہے کہ امامِ تراویح کو رمضان کے لئے نائب امام مقرر کرلیا جائے، اور اُس کے ذمہ مغرب و عشاء اور دو تین نمازیں پڑھانا لازم کر دیا جائے، تو اجرت لینے دینے کے جواز کی صورت ہو جائے گی، اس قسم کا احقر کا فتویٰ مع تصدیقات مفتیانِ کرام سنہ ۱۳۷۱ھ میں پندرہ روزہ اخبار جماعت (سورت) اور ماہنامہ پیغام (کاوی) میں شائع ہو چکا ہے" (فتاوی رحیمیہ جلد ۶، ص ۲۴۶، ۲۴۵ ط دار الاشاعت کراچی)

جامعہ اسلامیہ دار العلوم مہذب پور انڈیا کے شیخ الحدیث و صدر مفتی مولانا مفتی حبیب اللہ صاحب قاسمی دامت برکاتہم (خلیفہ مولانا محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں،

"اگر حافظ قرآن جس کو تراویح میں قرآن سنانا ہے، اس کو ایک ماہ کے لئے پانچوں وقت یا چند اوقات کی نماز کا امام بنالیا گیا، اور امامت پر اجرت ہزار پانچ سو مقرر کر دی گئی تو اس طرح اجرت مقرر کر کے دینا جائز ہے اور اجرت امامت کا لینا بھی جائز ہے" (حبیب الفتاوی جلد ۲، ص ۲۷۰، ط مکتبہ طیبہ دیوبند یوپی)

جامعہ حسینیہ راندیر انڈیا کے شیخ الحدیث و صدر مفتی مولانا مفتی اسماعیل کچھولوی دامت برکاتہم (فاضل مظاہر علوم سہارنپور، خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں،

"ایک طریقہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایسے حافظ صاحبان کو رمضان کے مہینہ میں نماز پڑھانے کے لئے نائب امام یا مدرسہ میں تعلیم کے لئے ملازمت پر رکھ سکتے ہیں جتنی بھی رقم عوض کے طور پر متعیّن کرنا چاہیں کر سکتے ہیں، اِس کی گنجائش نکل سکتی ہے، باقی تراویح پڑھانے کا طے کر کے تراویح

پڑھانے کا عوض دینا یا عوض لینا جائز نہیں ہے"۔(فتاویٰ دینیہ جلد ا، ص۵۶۹،۵۶۸ ط جامعہ حسینیہ)

جب صرف رمضان المبارک کے تراویح کے امام کے لئے یوں حیلہ کر کے تنخواہ جائز ہو گی، تو جو ہمیشہ کا مستقل امام ہے، اگر اُس کو تراویح میں قرآن مجید سنانے کے سبب معمول سے زیادہ اور وہ بھی پہلے سے مقدار طے کئے بغیر رقم دی جائے تو بطریقِ اولیٰ جائز ہو گی۔

یہ چند صورتیں اُن حضرات نے بیان فرمائیں جن کے نزدیک تراویح میں قرآن مجید سنانے پر اجرت لینا حرام وناجائز ہے، اِن صورتوں میں اُن کے نزدیک بھی اجرت جائز ہو جاتی ہے، اختلاف سے بچنے کے لئے اِن میں سے کوئی صورت متعیّن کر دی جائے، اور حرام ہونے کے فتاویٰ لکھنے والے مفتیان کرام اور حرام ہونے کو بیان کرنے والے خطیب بجائے صاف حرام لکھنے اور بیان کرنے کے اگر اِن میں سے کوئی صورت لکھ کر اور بیان کر کے جواز کا فتوی دیا کریں تو مناسب ہو گا۔

مفتی کا کام ہی کسی کو مشکل سے نکالنا ہے، نہ کہ کسی مشکل میں مبتلا کرنا ہے **یَسروا ولا تعسروا**۔

فصل ثانی

تراویح کے اماموں کو ملنے والے ہدایا کے جواز کے فتاوٰی:

اس فصل میں ہم بعض وہ فتاوٰی اور عبارات پیش کر رہے ہیں جو تراویح میں قرآن مجید سنانے والے حفاظ کے لئے ملنے والی رقم کو جائز بتاتے ہیں۔

ا۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، آج کے دور میں جتنے پرانے فضلاءِ دار العلوم دیوبند باقی ہیں، یا جو فضلاءِ دارالعلوم دیوبند کے تلامذہ ہیں، تقریباً سب کی سند علمی میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی آتا ہے، یعنی یا حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں یا اُن کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات میں ہے کہ مولانا رفیق احمد قریشی الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اپنے خط میں لکھا

> ”اگر حافظ رمضان شریف کے اندر قرآن سنانے پر کوئی مقدار شرط کرتا ہے، یا اگر مقتدی اُس کو کچھ نہ دیں یا کم دیں تو جھگڑتا ہے، قرآن سنانا بند کر دیتا ہے، اگرچہ شرط زبانی نہیں کرتا، مگر معاملہ ایسا ہی کرتا ہے، تو اس صورت میں اُس کا رقم لینا جائز نہیں، نماز ادا ہو جائے گی، مگر وہ فضیلت قرآن کے سننے اور سنانے کی حاصل نہ ہو گی، اور اگر حافظ نے کوئی شرط زبانی یا عملی نہیں کی، اخلاص سے لوجہ اللہ سناتا ہے، اور مقتدی اُس کو بلا طلب کچھ دیتے ہیں خواہ کم ہو یا زیادہ، تو اُس کو لینا جائز ہے، اور کسی کی نماز اور ثواب میں کوئی خلل نہیں، بلکہ مقتدیوں کو مزید ثواب کی امید ہے“۔ (مکتوبات شیخ الاسلام حصہ چہارم ص ۶۷، ط مجلس یادگار شیخ الاسلام کراچی، فتاوی شیخ

الاسلام ص ۵۶،۵۵ مرتبہ مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری، ط المیزان ناشران و تاجران کتب لاہور)

اس عبارت میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے حفاظ کو ملنے والی رقم کی دو صورتیں بیان فرمائیں، پہلی صورت اجرت کی ہے، کہ حافظ نے رقم طے کی، اِس صورت میں رقم لینا ناجائز فرمایا۔

دوسری صورت بطور ہدیہ رقم دیئے جانے کی ہے، کہ کوئی شرط و تعیین نہیں کی تھی، پھر حافظ کو رقم دی گئی، اِس کو جائز قرار دیا، اور صرف جائز نہیں، بلکہ فرمایا کہ امید ہے کہ دینے والے مقتدیوں کو زیادہ ثواب ملے گا۔

یہاں ملاحظہ فرمالیں کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے زبانی و عملی شرط نہ ہونے کی صورت میں ملنے والی رقم پر المعروف کالمشروط کے قاعدہ کا کوئی لحاظ نہیں فرمایا۔

۲۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ:

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

"تعلیم شعائر میں سے ہے، اس خدمت کے لئے محبوس ہونا موجبِ جزا ہے (کہ تعلیم دینے والے کو پابند ہو جانے پر رقم بدلہ میں دی جائے) اور تراویح کا ختم اور ایصال ثواب یہ شعائر سے نہیں اگرچہ طاعت ہے (اس لئے اِس کے لئے اجرت کی گنجائش نہیں) البتہ خود تراویح یا پنجگانہ نماز کی جماعت یہ شعائر سے ہے، اس کے لئے اگر مفت کا امام نہ ملے تو اجرت ٹھہرانا درست ہے"۔(خطباتِ حکیم الامت جلد ۱۰، فضائل صوم وصلوۃ ص ۲۹۱، ط تالیفات اشرفیہ ملتان سنہ ۱۴۲۸ھ)

اس عبارت میں حضرت حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیمِ قرآن کے لئے حبس یعنی پابند ہونے پر معاوضہ طے کر کے لینے کو جائز فرمایا، کیوں کہ تعلیمِ قرآن شعائر میں سے ہے، اور فرمایا یہ حبس یعنی پابند ہو جانے کا عوض ہے، لیکن فرمایا ایصالِ ثواب کے لئے ختم پڑھنے کی صورت میں جو حبس یعنی پابندی ہوتی ہے، اُس کا عوض لینا جائز نہیں، کیوں کہ ایصالِ ثواب کا ختم شعائر میں سے نہیں۔

اور فرمایا کہ تراویح میں قرآن سنانے پر بھی اجرت جائز نہیں، کیوں کہ تراویح میں قرآن مجید سنانا شعائر میں سے نہیں ہے، اس لئے اگر کوئی حافظ کہے کہ میں تراویح میں قرآن مجید سناتا ہوں مجھے اتنی رقم دو گے یہ صورت جائز نہیں، نہ رقم لینا جائز ہے، یہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے، جب کہ دوسرے بہت سے اہلِ علم تراویح میں قرآن مجید سنانے کو بھی شعائر میں سے قرار دے رہے ہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔

لیکن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرما رہے ہیں کہ تراویح کی جماعت ایسے ہی شعائر میں سے ہے جیسے پانچ نمازوں کی جماعت شعائر میں سے ہے، اور شعائر کی حفاظت لازمی ہے، تو اگر شعائر کی حفاظت بغیر اجرت کے نہ ہو تو شعائر کی حفاظت کے لئے اجرت ٹھہرانا بھی جائز ہو جاتا ہے، اِس اصول کے مطابق جس طرح مساجد میں پانچ نمازوں کی جماعت برقرار رکھنے کے لئے اجرت یعنی تنخواہ پر امام رکھنا ضروری ہے، ایسے ہی تراویح کی جماعت مساجد میں برقرار رکھنے کے لئے تراویح کا امام اجرت پر رکھنا جائز ہے، اور اُس کو اجرت دینا اور اُس کا اجرت لینا جائز ہے۔

اِس عبارت کی وضاحت میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے موقف کے دو پہلو واضح ہیں، ایک یہ کہ تراویح میں قرآن مجید سنانے کی اجرت ناجائز ہے، دوسرا یہ کہ تراویح کی امامت کی اجرت جائز ہے، تو اگر تراویح پڑھانے والے کو تراویح میں ختمِ قرآن کی اجرت دی جائے، تو دینا اور لینا جائز نہیں، اور اگر محض تراویح کی امامت کی اجرت ٹھہرائی جائے تو دینا اور لینا جائز ہے، اِس

موقف کے مطابق اگر کسی مسجد کے لوگوں کو مفت کا حافظ یا مفت کا امام نہ ملتا ہو، تو بہر حال اُن کو باجماعت تراویح پڑھنا تو لازم ہی ہے، کہ سنّتِ موکدہ ہے، تو اگر کوئی امامت کے قابل شخص ملے اور کہے کہ میں تب تراویح پڑھاؤں گا کہ مجھے تنخواہ دوگے، تو مسجد والوں کو چاہیئے کہ تراویح کی جماعت کے لئے تنخواہ پر امام رکھیں، اور اُس کا تنخواہ لینا اور مقتدیوں کا دینا جائز ہوگا لیکن اگر تراویح میں ختمِ قرآن کے عوض اجرت طے ہو (کہ تمہیں پورا قرآن سناؤں گا اتنی رقم دوگے) تو ختم کے عوض اجرت جائز نہیں۔

یہاں واضح رہے کہ اِس بارے میں علماء کے دو موقف ہیں کہ آدمی تراویح پڑھائے، اور اُس میں قرآن مجید سنائے، اور رقم طے ہو، تو یہ رقم امامتِ تراویح کے عوض ہوگی یا ختم کے عوض؟ جو امامت کے عوض ٹھہراتے ہیں وہ طے شدہ رقم جائز قرار دیتے ہیں، اور جو ختمِ قرآن کے عوض ٹھہراتے ہیں وہ ناجائز بتاتے ہیں، حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا موقف بھی یہی ہے کہ وہ طے شدہ رقم ختمِ قرآن کے عوض اور ناجائز بتاتے ہیں۔

یہاں پھر واضح ہو کہ بات طے شدہ اجرت کی ہو رہی ہے، اور بغیر طے کئے جو ہدایا اور عطیات دیئے جائیں اُن کی بات نہیں ہو رہی، بہر حال حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت اُن کے نزدیک امامتِ تراویح کی طے شدہ اجرت کے جواز کی صاف دلیل ہے۔

۳۔ مفتی اعظم فقیہ امت حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

مفتی اعظم فقیہ امت حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی میں ہے۔

سوال: تراویح میں قرآن شریف سنانے والے حافظ کو اجرت دینا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر جائز ہے تو تعیّن کے ساتھ یا بلا تعیّن؟۔۔۔ المستفتی حافظ محمد عزیز اللہ اجمیر ۱۸ صفر سنہ ۱۳۵۳ھ، ۲ جون سنہ ۱۹۳۴ء

جواب: بلا تعیّن دے دیا جائے اور نہ دینے پر کوئی شکوہ شکایت نہ ہو تو یہ صورت اجرت سے خارج اور حدجواز میں داخل ہو سکتی ہے۔ (کفایت المفتی جلد ۳ ص ۳۹۵، ۳۹۴)

حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بلا تعیّن کی صورت میں کچھ رقم دینے کو اجرت سے خارج اور حدِ جواز میں داخل قرار دیا ہے، اور ہمارے ہاں عام طور پر یہی حال ہے کہ تعیّن نہیں ہوتا، تو حفاظ کو جو دیا جاتا ہے، وہ اجرت سے خارج اور ہدیہ میں داخل ہے، کفایت المفتی میں جو فتاوی عدمِ جواز کے ہیں وہ طے کی جانے والی یعنی اجرت کی صورت کے ہیں، مثلاً،

سوال: گزشتہ ماہ رمضان سنہ رواں میں یہاں کے تجار کاٹھیاواڑی اور کچھی میمنوں نے ایک مصری حافظ صاحب کو بمبئی سے ایک سو تیس روپے اجرت مقرر کر کے کچھیوں والی مسجد میں تراویح پڑھانے کو بلایا تھا۔۔۔۔۔۔

جواب: (۶۲۵) متأخرین فقہائے حنفیہ نے امامت کی اجرت لینے دینے کے جواز کا فتوی دیا ہے، پس اگر امام مذکور سے معاملہ امامت نماز کے متعلق ہوا تھا تو درست تھا، لیکن قرآن مجید تراویح میں سنانے کی اجرت لینا دینا جائز نہیں ہے، اگر معاملہ قرآن مجید سنانے کے لئے ہوا تھا تو ناجائز تھا۔ (کفایت المفتی جلد ۳ ص ۴۱۰)

اوپر سوال میں صاف ذکر ہے کہ قاری کے لئے پہلے سے اجرت طے ہوئی، اس لئے جواب میں تفصیل ہے کہ اجرت امامت کی طے ہوئی تو درست ہے، اور قرآن سنانے کی طے ہوئی تو ناجائز ہے، لیکن جو بلا طے کئے ملے اُس کو اوپر والے فتوی میں جائز بیان فرمایا۔

۴۔ مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ اکوڑہ خٹک:

سابق استاذالحدیث و مفتی دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک حضرت مولانا مفتی محمد فرید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی میں ہے،

’’چندہ دہندگان کی طرف مراجعت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ رقم جو حافظ کو دی جاتی ہے، ہدیہ کے طور پر ہوتی ہے، اور ہدیہ کے لینے اور دینے میں خواہ معروف ہو یا مشروط ہو کوئی حرج نہیں، وَالْحَرَجُ اِنَّمَا هُوَ فِي الْاُجْرَةِ سَوَآءً كَانَتْ مَشْرُوْطَةً اَوْ مَعْرُوْفَةً وَكِلْتَاهُمَا مُنْتَفِيَانِ لِعَدَمِ عَقْدِ الْاِجَارَةِ بِالْقَوْلِ وَلَا بِالتَّعَاطِيْ فَتَدَبَّرْ۔

نیز اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ یہ اجرت معروفہ ہے تب بھی اس میں حرج نہیں، کیوں کہ حفاظ کو یہ رقم صرف ختمِ قرآن کے معاوضہ میں نہیں دی جاتی ہے، اور نہ صرف امامت کے معاوضہ میں دی جاتی ہے، بلکہ حافظ کو یہ رقم اُس وقت دی جاتی ہے جب کہ امام بن کر تراویح میں رکنِ قرأت تمام قرآن کو بنائے یعنی یہ امامت خاصہ کا معاوضہ ہے، اور امامت پر اجرت لینا مفتی بہ قول پر جائز ہے‘‘۔ (فتاوی فریدیہ جلد ۲ ص ۵۷۵، ۵۷۶، اشاعت مولانا حسین احمد صدیقی صوابی)

’’فقہاء کرام نے تلاوت پر اجرت لینے کو ناجائز کہا ہے، لیکن ہمارے بلاد میں حفاظ تلاوت بھی کرتے ہیں اور امامت بھی کرتے ہیں، تو اُن کی رقوم کو صرف تلاوت کا معاوضہ ٹھہرانا اور امامت سے خاموش رہنا بلاوجہ ہے، اور اگر صرف تلاوت کو ملحوظ کیا جائے تو تلاوت سے کوئی تراویح خالی نہیں، تو مطلق تراویح پر اجرت لینا ناجائز ہو گا، بہر حال حافظ کی اس رقم پر انکار کرنا ہندی مسئلہ ہے، حنفی نہیں ہے، یہ اجرت علی الامامت ہے نہ علی محض التلاوت‘‘۔ (فتاوی فریدیہ ج ۲ ص ۶۰۷)

”حافظ کو جو رقم دی جاتی ہے وہ غالبًا صلہ، مکافات اور اکرام معروف ہوتا ہے، نہ کہ اجرت مشروط یا معروف ہوتی ہے، کیوں کہ نہ عقد اجارہ موجود ہے، اور نہ کوئی اشتراط متحقق ہے، اور نہ کوئی خاص اجرت پر عرف جاری ہے، اور نہ حافظ حاکم یا قاضی کے پاس مطالبہ کر سکتا ہے، بخلاف مزدور اور اجیر کے کہ اُس کی اجرت شرط یا عرف سے معلوم ہوتی ہے، اور وہ مرافعہ الی القاضی بھی کر سکتا ہے، پس حافظ کو یہ رقم دینا جائز ہے۔

يَدُلُّ عَلَيْهِ مَارَوَى التِّرْمِذِیُ عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَجُلًامِنْ كِلَابٍ سَأَلَ النَّبِیَّ ﷺعَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ فَنَهَاهُ فَقَالَ اِنَّانُطْرِقُ الْفَحْلَ فَنُكْرَمُ فَرَخَّصَ لَهٗ فِی الْكَرَامَةِ انتهی۔

علاوہ ازیں یہ کہ یہ رقم حافظ کو صرف ختم قرآن کی وجہ سے نہیں دی جاتی ہے جیسا کہ صرف امامت کی وجہ سے نہیں دی جاتی ہے، بلکہ یہ رقم امامت مخصوصہ (جس کا رکن قرأت تمام قرآن ہو) پر دی جاتی ہے، تو اُس رقم کو ہم ناجائز نہیں کہہ سکتے ہیں، وآراء الاکابر فیه مختلفة۔۔۔۔۔ یہ جواب ہمارے علاقہ کے عرف پر مبنی ہے وَهُوَالْمُوَافِقُ“۔(فتاوی فریدیہ جلد ۲ص۵۷۸)

”ختم قرآن پر اجرت لینا جائز ہے جب کہ دنیوی مقصد کے لئے ہو، اور اگر ایصالِ ثواب کے لئے ہو تو پھر لینا مختلف فیہ ہے، اور جب تراویح میں ہو تو علی التحقیق جائز ہے“۔(فتاوی فریدیہ جلد ۲ص۵۹۷)

وَاَمَّامَایُعْطَی الْحُفَّاظُ فِیْ رَمَضَانَ عِنْدَخَتْمِ الْقُرْآنِ فَالْحَقُّ اَنَّهٗ جَائِزٌلِاَنَّهَاهَدِیَّةٌ مَعْرُوْفَةٌ لَیْسَتْ بِاُجْرَةٍ ۔۔۔۔۔۔ وَالْاِعْتِبَارُلِنِیَّةِ الدَّافِعِ دُوْنَ الْآخِذِ فَافْهَمْ،

وَلَوْسُلِّمَ اَنَّہٗ اُجْرَۃٌ فَلَاحَرَجَ فِیْہِ اَیْضًالِاَنَّھَالَیْسَتْ عِوَضَ التِّلَاوَۃِ الْبَحْتَۃِ وَلَا الْاِمَامَۃِ الْبَحْتَۃِ بَلْ ھِیَ عِوَضُ الْاِمَامَۃِ الْمَسْنُوْنَۃِ الْمَخْصُوْصَۃِ وَلَاضَیْرَفِیْ اَخْذِالْاُجْرَۃِ عَلَی الْاِمَامَۃِ الْمُقَیَّدَۃِ بِمَکَانٍ اَوْزَمَانٍ اَوْقِرَاۃِ سُوْرَۃٍ وَسُوَرٍ (منهاج السنن شرح سنن الترمذی جلد۱، ص۹۰ باب کراهیة ان یأخذ الموذن علی الاذان الاجر ، ط مکتبہ حقانیہ اکوڑہ خٹک، حاشیہ فتاوی فریدیہ ج ۲، ص۲۷۸)

حافظوں کو جو رمضان میں ختم قرآن کے وقت دیا جاتا ہے، حق یہ ہے کہ جائز ہے کیوں کہ یہ معروف ہدیہ ہے، اجرت نہیں ۔۔۔اور دینے والے کی نیّت کا اعتبار ہوتا ہے، نہ کہ لینے والے کی نیّت کا، اِس کو خوب سمجھو، اور اگر تسلیم کر لیا جائے کہ یہ اُجرت ہے تو بھی اِس میں حرج نہیں، کیوں کہ یہ تلاوتِ محضہ یا امامتِ محضہ کا عوض نہیں، بلکہ مخصوص مسنون امامت کا عوض ہے، اور اُس امامت کی اجرت لینے میں حرج نہیں جو مکان یا زمانہ کے ساتھ یا خاص سورت یا سورتوں کی تلاوت کے ساتھ مقیّد ہو۔

۵۔ فتوی جامعہ تعلیم القرآن فتح پور (ضلع لیہ) مصدّقہ حضرت علامہ مولانا محمد عبد الستار صاحب تونسوی رحمۃ اللہ علیہ (تلمیذ حضرت مدنیؒ و مولانا عبد الشکور لکھنویؒ)

کیا فرماتے ہیں علماء دین مفتیان کرام اس مسئلہ میں کہ حفاظ قرآن نماز تراویح میں قرآن کریم سناتے ہیں، ختم قرآن کے موقع پر مقتدی حضرات حافظ صاحب کی نقدی وغیرہ کی شکل میں خدمت کرتے ہیں، کیا حافظ صاحب کے لئے لینا جائز ہے؟ بعض حضرات جواز کا فتوی دیتے ہیں، بعض مفتیان کرام نے عدمِ جواز کا فتوی دیا ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ سننے اور سنانے والے گناہگار اور فاسق ہیں، ایسے حافظ صاحب کی امامت مکروہ تحریمی ہے، اس بارے میں شرعًا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا، السائل قاری غلام اللہ چوک اعظم۔

الجواب باسم ملھم الصواب، حفاظ کرام رمضان المبارک میں بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ قرآن سناتے ہیں، ختمِ قرآن کے موقع پر مقتدی حضرات خوشی سے بلا تعیین تعظیمًا و تکریمًا کچھ خدمت کرتے ہیں، یہ شرعًا اوراخلاقًا جائز ہے، اجرت نہیں ہے، اجرت اور تعظیم میں فرق ہے، کیوں کہ اجرت طے کی جاتی ہے، جب کہ اکرام مُکرِم کی مرضی کا ہوتا ہے۔

مفتی اعظم مفتی کفایت اللہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب فرماتے ہیں کہ،

"بلا تعیین دے دیا جائے اور نہ دینے پر کوئی شکوہ شکایت نہ ہو تو یہ صورت اجرت سے خارج اور حد جواز میں داخل ہو سکتی ہے۔ (کفایت المفتی ج۳ص۳۵۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

"ہاں ایک صورت ہے جواز کی کہ حفاظ کوئی شرط نہ لگائیں، اختتامِ قرآن پر لوگ بلا تعیین اُس کی خدمت کردیں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں، حفاظ کی حوصلہ افزائی ہوگی، اور حفظِ قرآن کا شوق پیدا ہوگا۔ (تقریر ترمذی ص۳۴۷)

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

"بطریقِ تبادل وتعاوض نہ ہو، بطریق صدقہ ہو یا ہدیہ ہو جو چاہے سو دے سکتے ہیں [بحوالہ امداد الفتاوی ج۱ص۳۱۲]

مفتی عزیز الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ (مفتی اول دار العلوم دیوبند) کا فتوی ملاحظہ فرمائیں،

"بعد از ختم محض لوجہ اللہ وابتغاء مرضات اللہ روپیہ بقاری دادندوا و قبول کرد جائز خواہد شد فالعبرۃ لنیۃ القاری والسامعین" (فتاوی دار العلوم دیوبند ج۴ص۲۹۹)

مفتی سید عبد الرحیم لاجپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

حافظ لوجہ اللہ تراویح پڑھائے اور مقتدی خوشی سے تعاون کریں تو جائز ہے۔(فتاوی رحیمیہ ج۶ص۲۴۵)

جہاں لوجہ اللہ تراویح خوان حافظ نہ ملے وہاں تراویح پڑھانے والے کو ماہ رمضان کے لئے نائب امام بنایا جائے، اوراس کے ذمہ ایک دو نماز سپرد کی جائے، تو اس مذکورہ حیلہ سے تنخواہ لینا دینا جائز ہے۔(ایضًا ج۶ص۲۳۵)

اسی طرح فتاوی عالمگیری فصل فی التراویح کی عبارت ملاحظہ فرمائیں،

ویکرہ للرجال ان یستأجروا رجلا یؤمھم فی بیوتھم الخ

اس عبارت پر حاشیہ میں ہے،

ھذا مبنی علی قول القدماء والمتأخرون جوزوا الاستیجار علی الامامة ونحوھا، وھو المفتی به فی زماننا

متأخرین نے جواز کا فتوی دیا ہے۔(عالمگیری ج۱ص۱۱۶)

باقی رہا مسئلہ نماز کا، اس بارے میں مفتی اعظم مفتی زرولی خان فرماتے ہیں کہ نماز بغیر کراہت کے درست اور صحیح ہوگی، جن حضرات نے کراہت لکھی ہے، اُن کا یہ مسئلہ اور تحقیق محلِ نظر ہے، اس لئے ان فتاوی پر عمل کرنا درست نہیں ہے۔

مذکورہ فتاوی جات میں ایک بات قدر مشترک ہے وہ یہ کہ حافظ صاحب محض لوجہ اللہ قرآن سنائیں، نیت صحیح ہو، اور شرط نہ لگائیں، تو رقم وغیرہ لینا جائز ہے، دل کی کیفیت اور نیت اللہ تعالی جانتا ہے، ہمیں کسی حافظ صاحب کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیئے، اور نہ ہم اس کے لئے امتحان لینے کے مکلف ہیں۔

جن سینوں کو رب کریم نے لاریب فیه کتاب کی حفاظت کے لئے منتخب کیا ہے، ان کے اقرار کا اعتبار نہ کرنا(کہ ہماری نیت صحیح ہے)اور علی الاطلاق کراہت تحریمی امام و مقتدی کے

لئے فسق وفجور کا فتوی محتاط علماء کی شایانِ شان کے خلاف ہے، اس غیر معیاری تحقیق پر نظر ثانی نہایت ضروری ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ سارا نزلہ ائمہ تراویح پر ہی گرایا جاتا ہے، جب کہ اذان، امامت، خطابت، تدریس، تبلیغ کی اجرت لینے پر متاخرین کے فتوی جواز پر گزارا کیا جاتا ہے۔ یہ عدمِ جواز اور کراہت تحریمی کے فتوے کیا یہ بخل کے لئے بہانہ تو نہیں ہے؟ یا پھر رمضان شریف میں مساجد کی رونقیں ختم کرانے کے لئے کوئی خفیہ ہاتھ ہماری سادگی سے غلط فائدہ تو نہیں اٹھا رہا؟

خلاصہ یہ ہے کہ جو حفاظ محض لوجہ اللہ تراویح پڑھائیں، اور مقتدی خوشی سے دیں لینا دینا جائز ہے، یہ حفاظ کا اکرام ہے، ہمیں کسی کی نیت پر شک نہیں کرنا چاہیئے، فقط ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

منیر احمد

خادم الافتاء والحدیث

جامعہ تعلیم القرآن فتح پور

(ضلع لیہ) یوم الاثنین ۱۸ جمادی الاخری سنہ ۱۴۳۰ھ

الجواب صحیح محمد رب نواز فاروقی مدیر جامعہ ھذا،

الجواب صواب والمجیب مصیب محمد عبد الستار تونسوی عفااللہ عنہ ۹ شعبان المعظم سنہ ۱۴۳۰ھ۔

اس فتوی کی کاپی ہمارے پاس بھی محفوظ ہے، اور حضرت تونسوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نواسہ حضرت علامہ مولانا عبد الحمید صاحب تونسوی دامت برکاتہم کے پاس بھی محفوظ ہے۔

۶۔ حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم (جنوبی افریقہ):

حضرت علامہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے تلمیذ رشید محقق عظیم حضرت مولانا مفتی رضاء الحق شاہ صاحب منصوری دامت برکاتہم (فاضل حقانیہ اکوڑہ خٹک، وبنوری ٹاؤن، شیخ الحدیث وصدر مفتی دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ) تراویح کے امام کے لئے اجرت کے عدمِ جواز کا قول بیان فرما کر فرماتے ہیں،

> بعض مفتی حضرات فرماتے ہیں کہ یہ امامت پر اجرت ہے، کیوں کہ صرف قرآن کریم سنانا مقصود نہیں، بلکہ امامت کے ضمن میں قرآن سنانا مقصود ہے، تو یہ امامت مسنونہ پر اجرت ہے، جیسے کوئی کسی کو جمعہ کے دن فجر کی نماز پڑھانے اور اس میں سورہ الم سجدہ اور سورہ دہر پڑھنے کے لئے کہہ دے، تو یہ امامت اور اجرت جائز ہے، اسی طرح یہ بھی جائز ہے، نیز تراویح کے امام کی شکل وصورت کا لحاظ رکھنا کہ داڑھی پوری ہو، شلوار وپاجامہ ٹخنوں سے نیچے نہ ہو، اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ امامت مقصود ہے، صرف قرآن سنانے کے لئے ہوتا تو یہ شرائط نہ ہوتے، نیز بظاہر اجرت بھی نہیں، کیوں کہ کوئی کچھ دیتے ہیں، اور کوئی کچھ، کوئی کم ہدیہ پیش کرتے ہیں اور کوئی زیادہ، اجرت تو وہ ہے جو معروف یا مشروط ہو، یہاں دینے کا عرف تو ہے، لیکن مقدار میں بہت تفاوت ہوتا ہے، اِس کی نظیر حدیث شریف میں ملاحظہ ہو،

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَجُلًا مِنْ کِلَابٍ سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ عَنْ عَسْبِ الْفَحْلِ فَنَهَاهُ فَقَالَ اِنَّا نُطْرِقُ الْفَحْلَ فَنُکْرَمُ فَرَخَّصَ لَهٗ فِی الْکَرَامَةِ (رواہ الترمذی وقال هذا حدیث حسن ۱؍۲۴۰ باب ماجاء فی کراهیة عسب الفحل)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اجرت ممنوع ہے، لیکن اگر اگاجو ہدیہ دیاجائے، اُس کی گنجائش ہے، ملاحظہ ہو فتاوی فریدیہ میں ہے (آگے فتاوی فریدیہ کاحوالہ اور عبارت درج فرمائی ہے، جو ذکر ہو گئی ہے)۔(فتاوی دارالعلوم زکریا جنوبی افریقہ ج2ص 561 ط زمزم پبلشرز)

۷۔ مولانا قاضی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (کلاچی، فاضل دارالعلوم دیوبند):

حضرت مولانا قاضی عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (کلاچی، ضلع ڈیرہ اسماعیل خان، فاضل دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں،

"میری تحقیق یہ ہے کہ جو حافظ تراویح کو پیشہ بنائے، اور جس مسجد میں تھوڑا مل جائے دوسری دفعہ اس مسجد سے بائیکاٹ کرے، اُس کو تو امام نہ بنایا جائے، اور نہ اُس کے پیچھے تراویح پڑھی جائے، لیکن جس حافظ کا مقصد اصلی قرآن مجید سنانا ہو اور بوجہ ضرورت اور دوسرے کام چھوڑ کر پابند ہو جانے کے سبب اپنی عیال کی کفالت کے لئے کچھ لینے کا خیال بھی رکھتا ہے، تو اس کے لئے کچھ لینا اور اس کو دینا ناجائز نہیں ہے، بلکہ دین کی اس رونق کو باقی رکھنے کے خیال سے اعانت کرنا ان شاء اللہ باعثِ اجر ہو گا"۔(نجم الفتاوی جلد ا ص ۱۹۵، ۱۹۴، ط شعبہ تصنیف و تالیف نجم المدارس کلاچی)

"احقر کے نزدیک تراویح میں قران سنانے والے کو رقم وغیرہ لینے کی گنجائش بڑی حد تک ازروئے شرع موجود ہے، اور جب کہ اصل مقصد حطام دنیا کا حاصل کرنا نہ ہو بلکہ مدرسین علوم دینیہ اور ائمہ مساجد کی طرح اصل مقصد تو دینی کام ہو (ورنہ حصول دنیا کے دوسرے طریقے تجارت ملازمت وغیرہ بھی اختیار کر سکتے تھے: از مرتب) تو ان شاء اللہ ثواب سے

بھی محرومی نہ ہوگی۔ هذاماعندي والعلم عندالله العليم الخبير"(نجم الفتاوی جلد ا ص ۱۵۶)

۸۔ حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب بنگلہ دیش:

حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب دامت برکاتہم (صدر مفتی دارالافتاء دارالعلوم خولنا بنگلہ دیش) فرماتے ہیں،

"رمضان کے مہینہ میں ختم تراویح پڑھ کر اجرت دینا جائز ہے، چاہے وہ امام حافظ ہو یا قاری، تھوڑا پڑھا ہو یا پورا ختم پڑھا ہو، کیوں کہ رمضان کے مہینہ کی تراویح میں قرآن پاک کو ختم کرنا سنت مؤکدہ ہے، اور تراویح خاص طور سے ختمِ قرآن ہی کے لئے ہے، جیسا کہ تراویح کی جماعت سنت مؤکدہ یعنی واجب کے قریب قریب ہے، ویسا ہی پانچ وقت کی نماز کے لئے اذان دینا و امامت کرنا سنت موکدہ ہے، تو اس کے لئے اجرت لینے میں جیسے کوئی منع نہیں ہے، اسی طرح تراویح کی نماز میں بھی اجرت لینے میں کوئی منع اور رکاوٹ نہیں ہے، کیوں کہ دونوں ہی ضروریاتِ دین (دین کے ضروری کاموں) میں شامل ہیں، اور تراویح کی نماز میں ختم کرنا صرف تلاوتِ مجردہ نہیں ہے"۔ (بحوالہ فتاوٰی قاسمیہ جلد ۸، ص ۴۴۵)

مزید فرماتے ہیں،

تلاوتِ مجردہ اور ایصال ثواب پر تراویح کا قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے، کیوں کہ تلاوتِ مجردہ اور ایصالِ ثواب میں ختم قرآن ہوتا ہے، اور تراویح کی نماز دوسری نماز کی طرح ہے، رکوع سجدہ اور ارکان کے اعتبار سے، جس

میں کوئی کمی نہیں کی جاتی، اس کے باوجود اس کو کس طرح تلاوتِ مجردہ پر قیاس کیا جاتا ہے، اسی وجہ سے تلاوتِ مجردہ کی طرح اجرت لینے کو ناجائز کہنے کا کوئی حق نہیں ہے، کیوں کہ تلاوت مجردہ کے معنی صرف تلاوت کرنا اُس کا ثواب پہنچانا اجرت لے کر، جو تراویح کے ساتھ کسی قسم کی مشابہت نہیں رکھتی، بلکہ پانچ وقت کی نماز، جمعہ اور عیدین کی نماز پڑھانے والے امام کو ضروریاتِ دین کے خاطر اگر اجرت دینا جائز ہے، تو تراویح کی نماز پڑھانے والے امام کو اجرت دینا کس طرح ناجائز ہو سکتا ہے ؟ "(فتاوی قاسمیہ جلد ۸، ص ۴۴۷)

گو کہ مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب کے اِس فتوی سے فتاوٰی قاسمیہ والے کو اختلاف ہے، لیکن ہم تو اس بناء پر پیش کر رہے ہیں، کہ مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب دامت برکاتہم (بنگلہ دیش) کی رائے بھی جواز کی ہے، اُن کے خلاف دوسرے کسی کی رائے ہو تو ہو، ہر مفتی کو بشرطِ تحقیق اپنی رائے رکھنے کا حق ہے۔

۹۔ مولانا مفتی غلام الرحمٰن صاحب (پشاور):

حضرت مولانا مفتی غلام الرحمن صاحب دامت برکاتہم (جامعہ عثمانیہ پشاور) فرماتے ہیں،

"شریعتِ مطہرہ کی رو سے حافظِ قرآن کے لئے ختمِ قرآن پر مقتدیوں سے باقاعدہ اجرت کا معاہدہ اور تعین کرنے کے بعد کچھ لینا جائز نہیں، کیوں کہ اللہ تعالی کی مقدس کتاب کو آمدنی کا ذریعہ بنانا ایک حافظ عالم کو زیب نہیں دیتا، تاہم اجرت اور مقتدیوں کے اعزاز و اکرام کے مابین فرق کرنا ضروری ہے، اجرت تو تب بنتی ہے جب حافظ قرآن اور مقتدیوں کے مابین باقاعدہ

معاہدہ ہو، اور پھر ختم کے وقت اسے وہی مقررہ رقم دی جائے، توان پیسوں سے احتراز ضروری ہے۔ البتہ اگر کہیں حافظ قرآن نے نہ ہی اجرت کا مطالبہ کیا ہو اور نہ ہی اس نیت سے ان کو قرآن سنایا ہو کہ مقتدیوں کی طرف سے مجھے قرآن سنانے پر رقم ملے گی، تو یہ جائز ہے، اور اس حافظ قرآن کے پیچھے تراویح پڑھنا جائز ہے" (فتاوی عثمانیہ جلد ۲، ص۳۴۹ط العصر اکیڈمی جامعہ عثمانیہ پشاور)

اِس عبارت میں حضرت مولانا نے پہلی صورت طے شدہ اجرت کی بیان فرمائی اور فرمایا کہ یہ ناجائز ہے، اور دوسری صورت ہدیہ کی بیان فرمائی، اور فرمایا کہ یہ حفاظ کا اعزاز واکرام ہے، اجرت نہیں، لیکن اِس اعزاز واکرام کے لئے یہ قید کہ "حافظ نے اِس نیت سے قرآن نہ سنایا ہو" یہ محض وضاحتی قید ہے، آدمی کے دل میں نیّت نہیں تو خواہش اور خیال تو ہوتا ہی ہے، اُس پر پابندی نہیں لگائی جاسکتی، نہ لگ سکتی ہے۔

۱۰۔ مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاجپوری (مفتی اعظم برما):

مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا غلام رسول خان صاحب ہزاروی رحمۃ اللہ علیہم کے شاگرد مولانا مفتی مرغوب احمد رحمۃ اللہ علیہ کے فتاوی میں ہے،

سوال (۳۵۹):

۱۔ تراویح حافظ کو پیسہ دے کر پڑھوانا درست ہے یا نہیں؟

۲۔ حافظ صاحب کا اقرار کرانا کہ اس قدر روپیہ ختم تراویح پر لوں گا یا دینا پڑے گا، تو نماز ہوگی یا نہیں، اور نماز پڑھنا جائز ہے کہ نہیں؟ چوں کہ حافظ صاحب پردیسی اور مفلس ہے۔

جواب:

۱۔ حامداو مصلیا الجواب وباللہ التوفیق، تراویح پڑھانے کے لئے بطوراجرت کے کوئی رقم معیّن کرالینادرست نہیں، اور اگر پہلے سے کچھ مقرر نہیں کیااور بعد ختم کے اہلِ جماعت نے حافظ صاحب کو تھوڑابہت دے دیاتو مضائقہ نہیں، بلکہ ثواب ہے۔

۲۔ مقررہ اجرت کااقرار کرالینامکروہ ہے، لیکن نماز ہو جائے گی، ایسااقرار کرالینے والے امام کے پیچھے نماز ہو جاتی ہے، لیکن ثواب میں کمی و نقصان رہے گا، حافظ صاحب کو چاہیئے کہ خدا پر بھروسہ رکھ کرللہ فی اللہ پڑھے، اور مصلیوں (نمازیوں) کوچاہیئے کہ اللہ کے واسطے امام کے ساتھ سلوک کریں (خدمت کریں، مرتب) یہی افضل طریقہ ہے، واللہ تعالی اعلم وعلمہ اتم واحکم۔ (مرغوب الفتاوی جلد ۲، ص۲۹۹،۲۹۸،)

حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شروع عبارت میں مقررُاجرت سے منع فرمایا اور اخیر عبارت میں ہدیہ دینے اور لینے کی اجازت دی، بلکہ ترغیباً فرمایا کہ ہدایاپیش کرنے پر مقتدیوں کوزیادہ ثواب ملے گا، اور مفتی صاحب نے بھی یہاں اَلْمَعْرُوْفُ کَالْمَشْرُوْطِ کے قاعدہ کولاگو نہیں ماناہے۔

۱۱۔ مولانامفتی محمد سلمان صاحب قاسمی پالن پوری:

جامعہ خلیلیہ اسلامیہ ماہی پالنپور گجرات انڈیاکے مولانامفتی محمد سلمان صاحب قاسمی پالنپوری دامت برکاتہم نے اِس موضوع پر ۱۴۰ صفحات کاایک وقیع رسالہ ”اجرتِ تراویح اور خدمتِ امام“ کے نام سے تحریر فرمایاہے، اُس کے چند اقتباسات درج ذیل ہیں۔

”اجارہ کے سلسلہ میں ایک اہم مسئلہ دینی کاموں پر اجرت کاہے، دینی کاموں سے وہ خدمات مراد ہیں جو مسلمانوں سے ہی متعلق ہیں، بہ حیثیت

مسلمان انجام دی جاتی ہیں، اور دراصل اس کے نفع وضرر اور اس پر اجر و ثواب اور اس سے غفلت و بے اعتنائی پر عذاب وعقاب کا علاقہ بھی آخرت ہی ہے، اخلاص وایمان کا تقاضا ہے کہ دنیا میں اس کی کوئی قیمت وصول نہ کی جائے، ان ہی طاعات میں قرآن مجید اور علومِ دینیہ کی تعلیم، اذان واقامت وغیرہ داخل ہیں، ائمہ ثلاثہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی تمام منقول روایتیں اس پر متفق ہیں کہ طاعت پر اجیر رکھنا باطل ہے، اور مذکورہ چیزوں پر اجرت اُن کے نزدیک اِقْرَؤُوا الْقُرْآنَ وَلَا تَأْكُلُوا بِهٖ کی وعید میں داخل ہے، لیکن یہاں یہ بات قابلِ لحاظ ہے کہ سلف صالحین اور متقدمین فقہاء کے زمانے میں علماء اور خدامِ دین کو اپنی ضروریات کی تکمیل اور زندگی گزارنے کے لئے بیتُ المال کی جانب سے وظائف ملتے تھے، اور عوام بھی مجازاۃ الاحسان بالاحسان کی عمدہ صفت کے ساتھ متصف تھے، جس سے فراخی اور وسعت کے ساتھ ان کی ضروریات پوری ہو جاتی تھیں، خلافت راشدہ کے اختتام، مملکت کی اسلامی تعلیمات سے دوری اور خدا ناترس بادشاہوں سے علماء کے استغناء کی بناء پر یہ صورت ختم ہو گئی، اور اُن کے لئے بظاہر اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے کوئی سہارا باقی نہ رہا، نتیجتاً حسبۃً للہ تعلیم دینے والے کم ہو گئے، لہٰذا متأخرین فقہاء نے ضرورت کی وجہ سے چند طاعات پر اجرت لینے کی اجازت دے دی، اور وہ بھی بتدریج ایک کے بعد ایک طاعت پر اجرت لینے کی اجازت دی، بیک وقت ان طاعات پر اجرت لینے کی اجازت نہیں دی، چنانچہ سب سے پہلے فقہاء نے صرف تعلیمِ قرآن پر اجرت لینے کی اجازت دی تھی،۔۔۔اس

وقت کے فقہاء نے تعلیمِ فقہ، اذان وامامت وغیرہ کی ضرورت کو اجرت کے جائز ہونے کے بارے میں تسلیم نہیں کیا تھا، اور اُن پر اجارہ کو بلا ضرورت اور باطل قرار دیا تھا، حالانکہ اس وقت بیت المال سے وظائف بند ہو گئے تھے، مجازاۃ الاحسان بالاحسان موقوف ہو گیا، اور خدامِ دین کسبِ معاش پر مجبور ہو گئے تھے،۔۔۔۔ پھر اُن کے بعد کے فقہاء نے ایک مدت کے بعد تعلیم فقہ پر اجرت لینے کی اجازت دے کر اس کو بھی ضرورت میں داخل کیا، لیکن اُنہوں نے بھی اذان وامامت کی ضرورت کو جوازِ اجرت کے حق میں تسلیم نہیں کیا تھا، حالانکہ یہ دونوں شعائر میں سے ہیں۔ ۔۔۔۔۔ پھر اُن کے بعد کے فقہاء نے تحفظِ شعائر کی ضرورت کی وجہ سے اذان وامامت پر اجرت لینے کی اجازت دے دی۔۔۔ پھر اُن کے بعد کے فقہاء نے اقامت اور وعظ کو بھی ایک دینی ضرورت شمار کر کے اُن پر بھی اجرت لینے کی اجازت دے دی۔۔۔۔۔۔ فقہاء نے چند طاعات پر ضرورت کی وجہ سے اجرت لینے کی اجازت دے دی ہے، اور اس ضرورت کے مفہوم میں حالاتِ زمانہ کے اعتبار سے بتدریج توسع پیدا کیا گیا ہے"۔ (اجرتِ تراویح اور خدمتِ امام ص ۳۸،۳۷،۳۶)

"ضرورت کے مفہوم میں توسع پیدا کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ رفتہ رفتہ دینی کاموں میں سستی اور اُن کو حسبۃً للہ انجام دینے کا جذبہ کم ہوتا رہا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ متأخرین فقہاء نے اپنے زمانے کے بارے میں لکھا ہے کہ اب تبرعًا دینی خدمات انجام دینے والے باقی نہیں رہے"۔ (ص ۳۹،۳۸)

”حاصل یہ کہ مستثنٰی طاعات پر اجرت لینے کے جواز کی اصل علت تو صرف بیت المال سے وظائف بند ہونے اور مجازاۃ کے ختم ہو جانے کی وجہ سے دینی خدمات مفت انجام دینے کی رغبت کم یا ختم ہو جانا ہے، اوراس کی وجہ سے وہ طاعات جو ضروریاتِ دین میں سے ہیں، اُن کے ضیاع کا قوی اندیشہ لاحق ہو گیا، اسی کو فقہاء نے ضرورت اور حاجتِ ناس سے تعبیر کیا ہے اور فقہی حوالوں سے یہ طے شدہ امر ہے، کہ مذکورہ ضرورت امامتِ تراویح میں یقیناً متحقق ہو رہی ہے، کماسیأتی، لہٰذا اس پر اجرت لینا دینا جائز ہو گا، عدمِ جواز کی کوئی وجہ نہیں“۔(ص ۴۲)

”متأخرین فقہاء نے استیجار علی الطاعۃ کی ممانعت سے امامت کا ضرور تاً یعنی ضروریاتِ دین اور شعائر میں سے ہونے کی وجہ سے استثناء کیا ہے اور مستثنٰی امامت میں امامتِ مکتوبہ کی طرح امامتِ تراویح بھی داخل ہے“۔(ص ۴۳)

مبسوط سرخسی وغیرہ کی عبارات درج کر کے فرماتے ہیں،

”مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ جماعتِ تراویح شعائر میں سے ہے، اگر وہ شعائر میں سے نہ ہوتی تو اس سے شعائرِ اسلام کا اظہار نہ ہوتا، نیز شعائر ظاہرہ میں سے ہے، اوراہلِ سنت کا شعار بھی ہے، لہٰذا مستثنٰی امامت میں بلاشبہ امامتِ تراویح بھی داخل ہے، امامتِ تراویح کو اِس سے خارج قرار دینا بلا دلیل ہے“۔(ص ۴۵)

”بعض حضرات یہ فرماتے ہیں کہ اجرتِ تراویح کو جائز قرار دینے کی صورت میں طاعت پر بھاؤ بٹہ اور مول تول کرنا لازم آئے گا، جو بالکل

مناسب نہیں، تو اس کے جواب میں عرض ہے کہ یہ بات تو تعلیم، اذان اور امامتِ مکتوبہ پر بھی اجرت جائز کہنے کی صورت میں لازم آتی ہے، اگر وہاں ضرورت کی وجہ سے جائز ہے، تو یہاں بھی ضرورت کی وجہ سے جائز ہے، دونوں میں تفریق کی کوئی وجہ نہیں، اور اگر یہاں مناسب نہیں تو پھر وہاں بھی مناسب نہیں، وجہ تفریق کیا ہے"۔(ص۵۸)

"فتاوی رحیمیہ میں ہے، خلاصہ یہ ہے کہ تراویح میں ایک ختم تاکیدی سنت ہے اور اہلِ سنت کا شعار بھی ہے، روافض اس سے محروم ہیں، اور حفظِ قرآن نیز بقائے قرآن کا بھی بڑا ذریعہ ہے، اگر خدانخواستہ یہ شرعی رسم ختم ہوگئی تو حفظ قرآن کا سلسلہ بھی ختم ہوجائے گا، اور حفاظ عنقا ہو جائیں گے، لہٰذا کسی بھی صورت میں اس سنت کو قائم رکھنے کی ضرورت ہے"۔
(فتاوی رحیمیہ ج۳/ ۲۷۲، ص۷۹)

فتاوی رحیمیہ کی اِس بات کی تائید کے لئے حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی ایسی ہی گفتگو کا بقدرِ ضرورت ذکر کرنا مناسب ہو گا (از مرتب) فرماتے ہیں،

"آج کل مسلمانوں میں یہ بات زیر غور ہے کہ شیعہ کو قرآن حفظ ہو سکتا ہے یا نہیں؟۔۔۔۔۔ سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں، اس کی بناء محض تجربہ غالبہ پر ہے، اس لئے ہم زبان سے اس کا دعوی نہیں کر سکتے کہ شیعہ سے حفظِ قرآن محال یا متعذر ہے، اب رہی یہ بات کہ ان میں حافظ کیوں نہیں ہوتے؟ آیا اس کا منشا حضرات خلفاء ثلاثہ کی شان میں گستاخی ہے جس کی نحوست سے ان کو حفظ نہیں ہو سکتا یا کچھ اور بات ہے؟ تو میرا خیال یہ ہے کہ اس میں گو اس گستاخی کی نحوست کو بھی دخل ہو، مگر اس کا اصل

منشا ان لوگوں کی بے توجہی ہے، کہ ان کو قرآن کے ساتھ لگاؤ اور دلچسپی نہیں، اس لئے ان کو اس کے پڑھنے پڑھانے اور حفظ کرانے کا اہتمام بھی نہیں اور ممکن ہے کہ اس عدمِ اہتمام اور عدمِ تعلق کا سبب اس کے محرّف ہونے کا اعتقاد ہو۔۔۔۔ اگر یہ لوگ بھی سنیوں کی طرح قرآن کے پڑھنے پڑھانے کا اہتمام کرتے، تو غالباً ان کو بھی قرآن حفظ ہو سکتا تھا، محال یا متعذر ہونے کی کوئی دلیل نہیں، چنانچہ پانی پت میں شیعہ کے بعض بچے حافظ ہو جاتے ہیں، مگر رہتے نہیں، اور حفظ نہ رہنے کا سبب بھی وہی عدمِ اہتمام ہے، ایک شیعی لڑکا غلام سردار نام میں نے خود دیکھا ہے کہ وہ حافظ ہو گیا تھا مگر بعد میں سنی ہو گیا، کیوں کہ جب وہ حافظ ہو گیا تو رمضان کے موقع پر اُس نے اپنی جماعت سے کہا کہ تراویح میں میرا قرآن سنو، اُنہوں نے کہا کہ ہمارے یہاں تو نہ جماعت ہے نہ تراویح ہے، اس نے کہا کہ جب تراویح میں میرا قرآن نہ سنا جائے گا تو مجھے محفوظ کیونکر رہے گا؟ شیعوں نے کہا کہ جو کچھ بھی ہو ہم تیری وجہ سے تراویح تو نہیں پڑھ سکتے، اس نے کہا پھر میں سنی ہوتا ہوں، تاکہ میرا حفظ باقی رہے، چنانچہ وہ سنی ہو گیا، تو اُس لڑکے کو دیکھ کر میرا خیال یہی ہے کہ شیعہ کے عدمِ تحفظ کا سبب اُن کا عدمِ اہتمام ہے، اگر وہ تحفظ کا اہتمام کریں تو حافظ ہو سکتے ہیں، مگر حافظ رہیں گے نہیں کیوں کہ بقاء حفظ کا سامان ان کے یہاں نہیں، اور تنہا پڑھنے سے حفظ باقی نہیں رہتا، اس میں کچھ تراویح میں سنانے کو خاص دخل ہے"۔

(خطباتِ حکیم الامت جلد ۲۳، راہِ نجات، ص ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ط تالیفات اشرفیہ سن ۱۴۳۴ھ)

غور فرمائیں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے وہی بات فرمادی کہ ''تنہا پڑھنے سے حفظ باقی نہیں رہتا، اس میں کچھ تراویح میں سنانے کو خاص دخل ہے'' اور حفاظتِ قرآن ضروری ہے، اور وہ حفاظ رہے بغیر نہیں ہو سکتی، اور حفاظ تراویح میں سنانے سے رہ سکتے ہیں، تو تراویح میں ختمِ قرآن سننا اور سنانا حفظِ قرآن کی بقاء کا سبب ہو کر ضروری ہوا، جس کے لئے حافظِ قرآن کو تلاش کرنا اور مفت کا نہ ملنے کی صورت میں اجرت پر لانا مناسب ہوا، اور اجرت پر بھی نہ ہو تو کم از کم اتنا تو ہو کہ حفاظ کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ شوق سے یاد کریں اور شوق سے تراویح میں سنائیں۔

مولانا مفتی محمد سلمان قاسمی صاحب مزید فرماتے ہیں،

''ختمِ قرآن تراویح کی ضمنی اور تبعی سنت ہے، تو اجارہ اصل چیز کے لئے ہوتا ہے، نہ کہ ضمنی چیز کے لئے، بالفاظ دیگر اجرت اصل چیز کی ہوتی ہے نہ کہ ضمنی چیز کے مقابل (ص ۸۲)

(تو اگر اجرت طے ہو تو وہ امامتِ تراویح کی ہے، نہ کہ ختمِ قرآن سنانے کی، تو اُس پر ختمِ قرآن سے متعلق عبارات کیسے پیش کی جاتی ہیں؟ مرتب)''

''تراویح میں ختم قرآن کو مقصود اصلی اسی وقت کہا جاسکتا ہے جب کہ تراویح پڑھنا مقصود نہ ہو، بلکہ صرف ختمِ قرآن ہی مقصودِ اصلی ہو، اور اس کے لئے تراویح پڑھتے پڑھاتے ہوں (جس کا نتیجہ یہ ہو کہ جب ختم سن لیں تراویح کی جماعت بھی ختم ہو جائے، حالانکہ ایسا نہیں ہوتا، مرتب) حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہو سکتا ہے، اور یہ حقیقت کے بھی خلاف ہے''۔ (ص ۸۲، ۸۳)

''تراویح پڑھانے والوں کو عموماً لوگ جو نذرانہ دیتے ہیں اس کو اجرت قرار دینا درست نہیں، اجرت تو وہ ہوتی ہے جو کسی کام کے معاملہ کے وقت

طرفین کی طرف سے طے کی جائے، یا عرف میں اُس کی اجرت طے ہو، یا بطور اجرت دینے کا رواج ہو، تو یہ بھی طے شدہ اجرت کے حکم میں ہے، فقہاء کے قول المعروف کالمشروط کا یہی مطلب ہے، عصر حاضر میں تراویح پڑھانے کی پہلے سے اجرت عمومانہ تو طے کی جاتی ہے، اور نہ ہی عرف میں اس کی کوئی اجرت طے ہے، بلکہ عرف میں اس کو اجارہ کا معاملہ ہی نہیں سمجھا جاتا"۔(اجرتِ تراویح اور خدمتِ امام ص ۱۲۲، ۱۲۱، ط مرکز رحماء بینھم ملتان)

یہ کتاب خوب غور سے پڑھنے کے لائق ہے۔

۱۲۔ دارالافتاء مونگیر، و(امیر شریعت) مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ:

دارالافتاء مونگیر کا ایک فتوی مسائل رفعت قاسمی میں ہے، اُس میں اول تراویح پڑھانے والوں کو کچھ دینے اور اُن کے لینے کے ناجائز ہونے کی رائے ذکر ہوئی، اُس کے بعد دار الافتاء مونگیر کے مفتیان کرام کی اپنی رائے درج ہے، اُس میں فرماتے ہیں،

"ان تمام باتوں کے باوجود ہماری رائے یہ ہے کہ اگر تراویح کے موقع پر کچھ لینا اور کچھ دینا حرام قرار پائے تو کچھ دنوں کے بعد تدریجاً حفاظ کی تعداد میں کمی آجائے گی، اور تھوڑے عرصے کے بعد مسجدوں میں تراویح کے اندر قرآن ختم کرنے کا سلسلہ مسدود ہو جائے گا، رمضان کے دوار کان میں سے ایک رکن یعنی قیام لیل کمزور پڑ جائے گا، اور آہستہ آہستہ مسجدوں سے تراویح کی جماعت بند ہو جائے گی ، اور جہاں جہاں سورہ تراویح ہو گی اس میں بہت تھوڑے لوگ شریک ہوا کریں گے، اور رمضان میں رات کی

رونق جسے اس دور میں اسلام کا شعار کہا جاسکتا ہے، کم سے کم تر ہو جائے گی، درجاتِ حفظ میں بچوں کی تعداد گھٹنے لگے گی، اور حفاظ جب تراویح پڑھانا چھوڑ دیں گے تو قرآن بھول جائیں گے، اس طرح حفظِ قرآن خطرہ میں پڑ جائے گا، تراویح کے سلسلے میں جو صورت حال ہے، اس سے ہم نظری اور فرضی طریقوں سے عہدہ بر آ نہیں ہو سکتے، بلکہ ہمیں واقعی اور عملی صورتوں پر غور کرنا چاہیئے، ہمارے خیال میں واقعی شکل یہی ہے جس کا نقشہ اوپر کھینچا گیا، اس لئے ہماری رائے ہے کہ تراویح میں قرآن سننے سنانے کے متعلق بھی وہی توسیع پیدا کی جائے جو تعلیم قرآن، تعلیم حدیث، تعلیم فقہ، امامت، اذان واقامت کے متعلق دی گئی ہے، باضابطہ بھاؤ بٹہ کرنا تو مناسب نہیں معلوم ہوتا، چونکہ قرآن سامنے ہے، اوراس کے ادب کا تقاضایہ ہے کہ اس کی تعلیم اوراس کے سنانے پر مول تول نہ کیا جائے، لیکن سننے والوں کا یہ فریضہ ہے کہ وہ قرآن سنانے والے کی خدمت اپنی حیثیت سے بڑھ کر کرے، اس نے اپنا قیمتی وقت سننے والوں کو دیا، اپنے ایام واوقات کو اس نے محبوس کیا، لہٰذا حافظِ قرآن کے لئے نذرانہ لینا جائز ہے، اور نذرانہ لینے والے حافظ کے پیچھے قرآن سننا بھی باعثِ اجر وثواب ہے، نیز نذرانہ لینے والے حافظ کے پیچھے تراویح پڑھنا بالکل صحیح ہے، اوراس پر ثواب بھی ملے گا"۔

یہ فتوی تحریر فرمایا امیر شریعت مولانا منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ نے، اوراِس پر تصدیقات اِن حضرات کی ہیں، مولانا شمس الحق صاحب شیخ الحدیث جامعہ رحمانی مونگیر، مولانا زبیر احمد قاسمی استاذ جامعہ رحمانی مونگیر، مولانا محمد ظفیر الدین صاحب مفتی دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد شہاب الدین صاحب کوثری، مولانا صغیر احمد صاحب رحمانی، مولانا محمد تسلیم صاحب، مولانا عبد المجید

صاحب، مولانا محمد نعمت اللہ صاحب قاسمی جامعہ رحمانی مونگیر، مولانا محمد صدر عالم صاحب (رمضان المبارک سنہ ۱۴۰۶ھ) (مسائل رفعت قاسمی جلد ۲، مسائل تراویح ص ۱۶۶، ۱۶۷)

۱۳۔ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی:

الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز رحمۃ اللہ علیہ سے درج ذیل سوال ہوا، جس کا درج ذیل جواب دیا۔

س: اَمَمْتُ جَمَاعَةً فِيْ رَمَضَانَ فَهَلْ يَجُوْزُاَنْ آخُذَمِنْهُمْ اُجْرَةً مُقَابِلَ ذَالِكَ، اِذْ اَنَّهُمْ اَصَرُّوْااَنْ آخُذَتِلْكَ الْاُجْرَةَ وَقُلْتُ هٰذَاعَمَلٌ تُقُرِّبَ بِهٖ اِلَى اللّٰهِ لٰكِنَّهُمْ اَصَرُّوْافَمَاهُوَرَأْيُ سَمَاحَتِكُمْ ؟

ج: اِنْ اَخَذْتَهٗ فَلَابَأْسَ، وَاِنْ تَرَكْتَهٗ فَلَابَأْسَ، اَلْاَمْرُوَاسِعٌ، وَاِنْ تَرَكْتَهُ فَهُوَ اَفْضَلُ مَادُمْتَ مَااَرَدْتَّ شَيْئًا (فتاوی نور علی الدرب جلد ۱۰، ص ۱۴، حکم اخذ الاجرة علی الامامة فی رمضان، شامله)

سوال: میں رمضان میں ایک جماعت کا امام بنا، کیا میرے لئے تراویح پڑھانے کے عوض اجرت لینا جائز ہے؟ کیوں کہ وہ لوگ اصرار کرتے ہیں کہ میں اجرت لوں، جب کہ میں کہتا ہوں کہ یہ اللہ کے قرب کا عمل ہے، لیکن وہ مُصر ہیں، تو آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: اگر آپ لیں تو حرج نہیں، نہ لیں تو حرج نہیں، ہر طرح گنجائش ہے، اگر چھوڑیں (نہ لیں) تو یہی افضل ہے جب تک آپ اپنی نیت پر قائم رہیں۔

۱۴۔ عرب عالم الشیخ عبد اللہ المنیر:

عرب عالم الشیخ عبد اللہ المنیر فرماتے ہیں،

اِذَا تَأَمَّلْتَ فِيْ هٰذِهِ النُّقُوْلِ عَلِمْتَ اَنَّ الْفَتْوٰى بِتَحْرِيْمِ الْاُجْرَةِ عَلَى الطَّاعَاتِ وَاِنْ كَانَ عَلٰى اِطْلَاقِهٖ عِنْدَ الْمُتَقَدِّمِيْنَ مِنْ عُلَمَاءِ الْاَحْنَافِ اِلَّا اَنَّ الْمُتَأَخِّرِيْنَ مِنْهُمْ اِسْتَثْنَوْا مِنْهُ اَشْيَاءَ كَتَعْلِيْمِ الْقُرْآنِ وَالْاِمَامَةِ وَغَيْرِهِمَا بِحُجَّةِ تَغَيُّرِ الزَّمَانِ وَحُدُوْثِ الضَّرُوْرَةِ وَاعْتَرَفُوْا بِاَنَّ الْاَحْكَامَ قَدْ تَتَغَيَّرُ بِتَغَيُّرِ الْاَزْمَانِ فَلَوْ اَنَّهُمْ اَفْتَوْا بِمَا اَفْتٰى بِهٖ مُتَقَدِّمُوْهُمْ بِغَضِّ النَّظْرِ عَنِ الضَّرُوْرَةِ الْحَادِثَةِ لَكَانَ هٰذَا نُقْصَانًا، وَالَّذِيْنَ غَيَّرُوْا فَتْوَى الْمُتَقَدِّمِيْنَ مُعَلِّلًا بِالضَّرُوْرَةِ لَمْ يَرَوْا اَخْذَ الْاُجْرَةِ عَلٰى صَلَاةِ التَّرَاوِيْحِ ضَرُوْرِيًّا، لِذَا اَبْقَوْهُ عَلَى الْاَصْلِ فَمَنَعُوْهُ وَحَدَثَ هٰذَا بَعْدَ الْقَرْنِ السَّابِعِ مِنَ الْهِجْرَةِ، وَلَقَدْ طَالَ الزَّمَانُ بَعْدَ اِصْدَارِ هٰذَا الْفَتْوٰى وَمَضٰى اَكْثَرُ مِنْ سَبْعَةِ قُرُوْنٍ، وَتَغَيَّرَتِ الْاَحْوَالُ وَالْاَوْضَاعُ فَمِنَ الْجَائِزِ اَنْ يَّصِيْرَ بَعْضُ مَا لَمْ يَعُدُّهٗ عُلَمَاءُ الْقَرْنِ السَّابِعِ مِنَ الضَّرُوْرِيَّاتِ ضَرُوْرِيًّا فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ، وَبِالْعَكْسِ، اِلَّا اَنَّنَا لَمْ نَجِدْ مَنْ يُّجَدِّدُ النَّظَرَ فِيْ هٰذِهِ الْمَسَائِلِ، وَاِنَّمَا وَجَدْنَا مَنْ يُّرَدِّدُ هٰذِهِ الْفَتَاوٰى اَخْذًا مِنَ الْمُتُوْنِ وَالشُّرُوْحِ بِلَا اِمْعَانٍ فِيْ مَاْخَذِهَا وَمَاٰلِهَا، وَقَدْ حَاوَلَ بَعْضُ الْمُعَاصِرِيْنَ مِنْ عُلَمَاءِ الْاَحْنَافِ تَجْدِيْدَ الْفَتْوٰى فِيْ هٰذِهِ الْمَسْاَلَةِ فَاَفْتَوْا بِجَوَازِ الْاُجْرَةِ عَلٰى صَلَاةِ التَّرَاوِيْحِ اِلَّا اَنَّ مُحَاوَلَتَهُمْ فَشَلَتْ لِمُنَابَذَةِ الْآخَرِيْنَ لِفَتْوَاهُمْ وَتَمَسُّكِهِمْ بِفَتْوٰى عُلَمَاءِ الْقَرْنِ السَّابِعِ، وَاَنْكَرُوْا عَلَى الْمُخَالِفِ اَشَدَّ الْاِنْكَارِ، وَكَانَ مِنَ الْمَعْلُوْمِ اَنَّ صَلَاةَ التَّرَاوِيْحِ جَمَاعَةً شَعِيْرَةٌ مِنْ شَعَائِرِ الْاِسْلَامِ الْعَظِيْمَةِ، وَكَذَا خَتْمُ الْقُرْآنِ فِيْهَا، وَلَا يُمْكِنُ اِقَامَتُهَا اِلَّا بِقَارِئٍ مَاهِرٍ اَوْ حَافِظٍ لِلْقُرْآنِ، وَمِنَ الْمُلَاحَظِ فِيْ زَمَانِنَا اَنَّ الْمُتَبَرِّعِيْنَ بِذَالِكَ قَلِيْلٌ، وَالنَّاسُ فِيْ مَشَاغِلٍ لِكَسْبِ الْمَعَاشِ وَالْاَرْزَاقِ، فَاِذَا مُنِعَ الْاُجْرَةُ عَلٰى صَلَاةِ التَّرَاوِيْحِ يَعْسَرُ اِقَامَةُ هٰذِهِ الشَّعِيْرَةِ وَهٰذَا ضَرُوْرَةٌ دِيْنِيَّةٌ

بِلَاشَکٍّ، فَيَنْبَغِيْ اَنْ يَّجُوْزَ الْاُجْرَةُ عَلَيْهِ فِيْ هٰذَا الزَّمَانِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

(الاجرۃ علی صلاۃ التراویح ص۸)

ترجمہ: جب آپ ان عبارات میں غور کرو معلوم ہو جائے گا کہ (احناف کا) طاعات پر اجرت حرام ہونے کا فتوی اگرچہ متقدمین احناف کے نزدیک مطلق ہے، لیکن متأخرین نے اِس سے کئی چیزیں مستثنا کیں، جیسے تعلیمِ قرآن، امامت وغیرہ، اس دلیل سے کہ زمانہ بدل گیا، اور ضرورت پیش آئی ہے اور اعتراف کیا کہ تغیر زمانہ سے احکام تبدیل ہو جاتے ہیں تو اگر متأخرین پیدا ہو جانے والی ضرورت سے صرفِ نظر کر کے وہی متقدمین والا فتوی دیں تو نقصان ہو گا، اور جنہوں نے ضرورت پیش آنے کو علت بنا کر متقدمین کا فتوی تبدیل کیا اُنہوں نے نماز تراویح پر اجرت لینے کو ضرورت نہیں سمجھا، اس لئے اصل پر (کہ طاعات پر اجرت حرام ہے) باقی رہے، اور یہ حالات ساتویں صدی ہجری کے بعد پیدا ہوئے ہیں، اس فتوی کے صادر کرنے کے بعد عرصہ دراز گزرا، اور (اب) سات صدیوں سے زیادہ زمانہ گذر گیا ہے اور حالات بدل گئے ہیں، تو ایسا ممکن ہے کہ جس بات کو سات صدیوں کے علماء نے ضروری نہیں سمجھا تھا وہ اِس زمانہ میں ضروری ہو جائے، اور اِس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے، مگر ہمیں ایسا عالم نہ ملا جو اِن مسائل میں نئے سرے سے غور کرے، ہم نے دیکھا کہ موجود علماء مأخذ اور انجام میں غور کئے بغیر متون اور شروح سے مسائل لیتے ہوئے وہی فتاوی دُہراتے ہیں، علماء احناف میں سے بعض ہم عصر علماء نے اس مسئلہ میں فتوی کی تجدید کی اور فتوی دیا کہ نمازِ تراویح پر اجرت جائز ہے، لیکن

دوسرے علماء نے اُن کا فتوی رد کر دیا اور ساتویں صدی کے علماء کے فتوے کو مضبوط پکڑا، اور اِن حضرات پر سختی سے رد کیا، تو اِن حضرات کا فتوی دَھرے کا دَھرا رہ گیا، یہ بات تو معلوم ہے کہ باجماعت نمازِ تراویح اسلام کے عظیم شعائر میں سے شعار ہے، ایسے ہی تراویح میں ختمِ قرآن بھی شعائر میں سے ہے، اور بغیر ماہر قاری یا حافظِ قرآن کے یہ شعار قائم رکھنا ممکن نہیں، اور ہمارے زمانہ میں یہ نظر آرہا ہے کہ محض تبرعًا (مفت میں) اس شعار کو قائم کرنے والے تھوڑے ہیں، اور لوگ معاش اور روزیوں کے کمانے میں مشغول ہیں، تو اگر نمازِ تراویح پر اجرت منع ہو تو اس شعار کو قائم رکھنا مشکل ہو گا، اور بلاشبہ یہ دینی ضرورت ہے، تو مناسب ہو گا کہ اس زمانہ میں نمازتراویح پر اجرت جائز ٹھہرائی جائے، واللہ اعلم بالصواب۔

15: مولانا ڈاکٹر محمد اسحاق عالم صاحب (فاضل مدینہ یونیورسٹی، وفاضل جامعہ بنوریہ کراچی، وامام وخطیب جامع مسجد عثمانیہ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اصول الدین جامعہ کراچی) بڑے درد بھرے انداز میں فرماتے ہیں

ایک عرصہ ہو گیا کہ ہر رمضان المبارک میں کچھ جگہوں پر یہ مسئلہ اٹھتا ہے کہ تراویح پڑھانے والے حافظ صاحب کو اجرت دینا جائز ہے یا نہیں؟

دھڑلے سے کہہ دیا جاتا ہے کہ یہ حرام ہے، مجھے ذاتی طور پر اس کی حرمت کے سبب پر آج تک شرح صدر نہیں ہوا، بہت آسان سی بات ہے، اگر پانچ وقت کی نماز پڑھانے والا امام تنخواہ لے سکتا ہے، تو تراویح پڑھانے والا حافظ قرآن کیوں نہیں لے سکتا؟ اور پھر اگر امام اچھی آواز والا قاری ہو تو وہ زیادہ

تنخواہ لے سکتا ہے، تو تراویح پڑھانے والا اچھا حافظ قرآن کیوں نہیں (لے سکتا) یہ حافظ قرآن کے ساتھ امتیازی سلوک ہے۔

آپ کو اجرت کے لفظ سے اختلاف ہے تو اس کی جگہ مشاہرہ کا لفظ استعمال کر لیجیئے، کیوں کہ یہ حقیقت ہے کہ نماز اور قرآن کی کوئی اجرت ہو ہی نہیں سکتی، اور اگر آپ کہتے ہیں کہ امام نماز کا معاوضہ نہیں بلکہ وقت کا معاوضہ لیتا ہے، تو امام کی پانچوں نمازوں میں صرف ہونے والے منٹوں کو یکجا کر لیجیئے، تقریباً پون گھنٹے کا وقت بنتا ہے، لیکن حافظ قرآن کی تراویح میں ؟ایک سے دو گھنٹے (لگتے ہیں)

پھر امام صاحب نماز میں جو تلاوت فرماتے ہیں اس کی با قاعدہ کوئی تیاری بھی نہیں ہوتی، مصلی کی طرف جاتے ہوئے اور اکثر سورہ فاتحہ پڑھتے وقت کسی سورت کا انتخاب کر لیتے ہیں، لیکن حافظ قرآن ؟رات تراویح میں سنائے جانے والے پارے کی تیاری کرنے کے لئے صبح سحری کے وقت سے ہی بیٹھ جاتا ہے، اس دوران ساری ضرورتیں قربان کر دیتا ہے، اور کتنی ذمہ داری کے ساتھ ہر چیز کا خیال رکھتے ہوئے تراویح پڑھاتا ہے، کیا اسے تگڑا سا لفافہ دینا جرم ہے ؟

------------------------دو باتیں عرض ہیں۔

ایک یہ کہ شہر کی کسی مسجد میں ایک مرتبہ اعلان کر کے دیکھ لیجیئے کہ اس سال یہاں تراویح میں ختم قرآن نہیں ہو گا بلکہ مختصر تراویح ہو گی۔

پھر دیکھیئے گا کہ مقتدیوں نے آپ کو کیا جواب دینا ہے، تراویح کے وقت آپ کی مسجد خالی ہو گی، ایسی صورت میں جب یہ عمل عوام کی ترجیحات میں شامل ہو کر لازم ہو چکا ہے، تو پھر

اس پر اجرت یا مشاہرہ دینا بھی بنتا ہے، آخر نکاح خواں کو بھی تو لفافہ ملتا ہے، اس کے علاوہ آج کل کے یہ کمرشل قسم کے مقررین، نعت خوان، اور قراء جو لفافے لیتے ہیں، اور دلچسپ بات یہ ہے کہ انہیں لفافے دینے والوں میں اکثریت اہل مدارس کی ہی ہے، سوال یہ ہے کہ کیا ایسے مقررین، نعت خوانوں اور قاریوں کو اپنے پروگراموں میں بلانا ضروری ہے، اور کیا اُنہیں لفافے دینا درست ہے؟ اگر ہاں تو پھر پورا مہینہ تراویح پڑھانے والے حافظ قرآن کو بھی لفافہ دینے یا لینے میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیئے۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ پھر ہمیں چاہیئے کہ ہم قرآن کریم بھول جانے کی وعیدیں سنانا بند کر دیں، تراویح میں پورا قرآن کریم سنانا اب ہمارے حفاظ کے لئے بھی ضرورت بن چکا ہے، کہ اسی بہانے قرآن کریم کو یاد رکھ پاتے ہیں۔۔۔۔۔ سو اگر ہم نے ان حفاظ بچوں کو اس معاملے میں کنٹرول میں رکھنا ہے، تو اس کا طریقہ یہی ہے کہ انہیں تراویح میں قرآن کریم سنانے کا پابند بنائیں، آپ اسے کوئی بھی نام دیجیئے مجھے تو یہ دینی ضرورت معلوم ہوتی ہے، ہر مسئلہ کا کوئی نا کوئی حل نکل آتا ہے، اس کا بھی کوئی آسان حل تلاش کر لیا جائے، اور یہ ممکن بھی ہے۔

بہت سے علماء تو اس بارے میں اتنے سخت ثابت ہوئے ہیں کہ معاوضہ یا مشاہرہ کیا، ہدایا لینے سے بھی ممانعت فرماتے ہیں، اور اس کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے، کہ اگر آپ قرآن پاک نہ سنا رہے ہوتے تو کیا آپ کو یہ ہدایا ملتے؟ نہیں، بس تو یہ بھی قرآن سنانے کے عوض ہی مل رہے ہیں، لہٰذا حرام ہے، مجھے حیرت ہے کہ اتنی بڑی بات بغیر سوچے سمجھے کیسے کر دی جاتی ہے؟

اور کتنے دکھ کی بات ہے کہ اگر اس تراویح کے دوران حافظ قرآن کا گلا خراب ہو جائے تو اس کا علاج بھی وہ اپنی جیب سے کرا رہا ہوتا ہے، اور اگر آنے جانے کا پٹرول لگ رہا ہے تو اس کا بوجھ بھی وہ خود اٹھا رہا ہوتا ہے، ہمیں تو ان ضرورتوں کے واسطے بھی اسے کچھ دینا حرام لگ رہا ہوتا ہے، اور مقام تعجب ہے کہ ریسٹورنٹ میں ویٹر کو ٹپ دینا تو ہمارے ہاں لازم ہے، اور وہ

دیئے بغیر جاتے ہوئے شرم آرہی ہوتی ہے، لیکن پورا مہینہ تراویح پڑھانے والے حافظ قرآن کو نظر انداز کر دینا ہمارے ہاں لازم سمجھا جاتا ہے، کم از کم اسے ویٹر کے برابر ہی سمجھ لیا ہوتا۔

میرے دوستو! ان حافظوں کی حوصلہ افزائی کیجیے، معاوضہ ہو یا ہدایا، خوب اور بھاری بھر کم دیجیئے اس پر اللہ آپ کو ضرور اجر عطا فرمائیں گے۔

(کافی تفصیل کے بعد۔۔) گذارش ہے کہ اپنے فضلاء اور حفاظ کرام کی حالت پر رحم کیجیئے اور بوقت ضرورت کئی مسائل میں حیلے نکل آتے ہیں تو یہاں بھی کوئی ہلکا پھلکا سا حیلہ نکال لیجیئے تاکہ کسی غریب کا بھلا ہو سکے۔

دوسری گذارش یہ ہے کہ جہاں تک تراویح پر اجرت لینے کا تعلق ہے، اس کے جائز و ناجائز میں پڑے بغیر ہی دیکھا جائے تو سچی بات یہ ہے کہ تراویح جیسے محبوبانہ عمل کے ساتھ اجرت کا لفظ جچتا بھی نہیں ہے اور نہ ہی آپ کسی حافظ صاحب کو اس کی تراویح جیسی محنت پر اجرت دے سکتے ہیں۔ اُس کی محنت کے مقابلے میں آپ کی اجرت پھر بھی بہت معمولی ہو گی۔ سو حافظ صاحب کی غیرت گوارہ نہیں کرے گی کہ وہ آپ سے اجرت کی بات کرے۔ بات وہی سادہ سی ہے جو پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ کسی ریسٹورنٹ میں کھانا کھانے کے بعد دل میں یہ خیال آتا ہے نا کہ اس ویٹر نے ہمیں اچھی سروس دی ہے لہذا اب اسے اچھی سی ٹپ لازمی دینی چاہیے یا جب گاڑی لے کر کسی سگنل پر کھڑے ہوتے ہیں اور کوئی مجبور آکر آپ کی ونڈو اسکرین صاف کر دیتا ہے تو آپ کی غیرت اسے بھی کچھ دینے پر ابھارتی ہے تو تراویح پڑھانے والا ان سب کے مقابلے میں اعلی اور بہتر ہے اور واقعی پورا مہینہ دن رات ایک کر کے اس تروایح کے لیے محنت کرتا ہے، یہ اپنی غیرت دکھانے کا زیادہ اچھا موقع ہے، ایسے میں اس کی حوصلہ افزائی کرنا آپ کی ذمہ داری اور حافظ قرآن کا حق بنتا ہے۔ سو پھر وہی بات عرض کروں گا کہ انہیں دل کھول کر دیجیے، ہو سکے تو حج یا عمرے کا ٹکٹ دیجیے، موٹر سائیکل یا گاڑی گفٹ کیجیے، اور یہ سب عظمت

قرآن کو مد نظر رکھ کیجیے، اس کے بدلے میں آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاں بہت اونچے ہو جائیں گے کیوں کہ وہ قدر دانوں سے بہت محبت فرماتا ہے (آئیں تراویح پڑھانا سیکھیں ص 13 تا 16)۔

جواز کے بعض تائیدی آثار:

ا۔ ابو ایاس معاویہ بن قرہ رحمہ اللہ سے روایت ہے،

كُنْتُ نَازِلًا عَلٰى عَمْرِو بْنِ النُّعْمَانَ بْنِ مُقَرِّنٍ فَلَمَّا حَضَرَ رَمَضَانُ جَاءَهُ رَجُلٌ بِأَلْفَيْ دِرْهَمٍ مِنْ قِبَلِ مُصْعَبِ بْنِ الزُّبَيْرِ فَقَالَ إِنَّ الْأَمِيْرَ يَقْرَئُكَ السَّلَامَ وَيَقُوْلُ إِنَّا لَمْ نَدَعْ قَارِئًا شَرِيْفًا إِلَّا قَدْ وَصَلَ إِلَيْهِ مِنَّا مَعْرُوْفٌ. فَاسْتَعِنْ بِهٰذَيْنِ عَلٰى نَفَقَةِ شَهْرِكَ هٰذَا. فَقَالَ عَمْرٌو اِقْرَأْ عَلَى الْأَمِيْرِ السَّلَامَ وَقُلْ وَاللّٰهِ مَا قَرَأْنَا الْقُرْآنَ نُرِيْدُ بِهِ الدُّنْيَا. وَرَدَّهٗ عَلَيْهِ (مصنف ابن ابی شیبة جلد۲ ص۲۹۱ ط طیب اکیڈمی ملتان، شعب الایمان جلد۲، ص۵۳۵، رقم ۲۶۳۳ ط دار الکتب العلمیہ، سنن الدارمی جلد۱ ص۱۵۳، رقم ۵۸۵ ط قدیمی کتب خانہ کراچی)

ترجمہ: فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرو بن نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کے پاس ٹھہرا ہوا تھا، جب رمضان شریف آیا، اُن کے پاس ایک شخص حضرت مصعب بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دو ہزار درہم لایا، اور کہا امیر آپ کو سلام کہہ رہے ہیں، اور کہہ رہے ہیں کہ کوئی معزز قاری ہم نے نہیں چھوڑا جس تک ہماری طرف سے بھلائی نہ پہنچی ہو، آپ اِن دو ہزار کے ذریعے اپنے اِس مہینے کے خرچ پر مدد لے لیں، تو حضرت عمرو نے فرمایا امیر کو میرا سلام کہیں اور کہیں کہ اللہ کی قسم ہم نے قرآن اس لئے نہیں پڑھا کہ اُس سے مقصود دنیا ہو۔

حضرت مصعب بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بیٹے جلیل القدر تابعی ہیں، اور عمرو بن نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ صحابی ہیں۔

اس روایت میں دو آدمیوں کے عمل ہیں، ایک حضرت مصعب بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کا عمل، دوسرا حضرت عمرو بن نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا عمل، حضرت مصعب بن زبیر رحمہ اللہ کے عمل سے ثابت ہوا کہ رمضان شریف میں تراویح پڑھانے والے حافظ و قاری کو ہدیہ دینا جائز ہے، اور اُن کا اعزاز و اکرام کرنا چاہیئے۔

حضرت عمرو بن نعمان رضی اللہ عنہ کے عمل سے ثابت ہوا کہ اگر قرآن سنانے والا صاحبِ وسعت ہو تو اُس کو اِس موقع کا ہدیہ بھی نہ لینا بہتر ہے، حضرت عمرو بن نعمان رضی اللہ عنہ کا عمل ہدیہ لینے دینے کے ناجائز ہونے کی دلیل نہیں، کیوں کہ حضرت مصعب رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ ہیں کہ اُنہوں نے دوسرے قاریوں کو بھی یہ ہدایا بھیجے، اور اُن تک پہنچے ہیں، ظاہر یہ ہے کہ دوسرے قاریوں کی طرف سے واپس نہیں ہوئے ہیں، یہ دور صحابہ تابعین کا ہے، اگر تراویح میں قرآن مجید سنانے پر ہدایا لینا اِس قدر حرام ہوتا جتنا زور دیا جارہا ہے تو یہ لوگ ایسا نہ کرتے، نہ دینے والے دیتے، نہ لینے والے لیتے۔

پھر ہدیہ دینا لینا کس نص سے حرام ہے؟ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ تو عوام کو ترغیب دیتے ہیں کہ دینی کام کرنے والوں کو ہدیہ دیں اور دینی کام کرنے والوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ ہدیہ قبول کیا کریں، کہ ہدیہ قبول کرنا سنتِ انبیاء ہے، ہدیہ ناجائز ہونے کا فتوٰی تو متقدّمین نے بھی نہیں دیا، متأخرین نے کیوں اس قدر سختی کرلی ہے کہ ہدیہ کو بھی اجرت کے حکم میں ٹھہراتے ہیں؟۔

حضرت مصعب بن زبیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے دی جانے والی اِس رقم کو اجرت تو ہرگز نہیں کہا جاسکتا، کیوں کہ اُس دور میں اجرت کا تصور نہ تھا، اور پھر حضرت مصعب نے ہر قاری کے پیچھے تو تراویح نہیں پڑھی تھیں، تو اِس رقم کو ہدیہ ہی کہا جاسکتا ہے، کیوں کہ روایت کے لفظ بتا

رہے ہیں کہ یہ رقم شروع رمضان میں یا رمضان سے ذرا پہلے دے رہے ہیں، ختمِ قرآن کے بعد نہیں دے رہے، تو ثابت ہوا کہ تراویح میں قرآن سنانے والوں کو ہدایا دیئے جاسکتے ہیں، اور وہ لے سکتے ہیں، کیا حرام کہنے والے حضرات کم از کم اِس کی ترغیب دے سکتے ہیں کہ تراویح میں قرآن سنانے والوں کو شروع رمضان میں ہدایا دے دیئے جائیں؟

۲۔ حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ نے رمضان مبارک میں لوگوں کو تراویح پڑھائی، تو حجاج بن یوسف نے اُن کی طرف خاص لباس بُرنس بھیجا، اُنھوں نے قبول کیا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۲، ص ۲۹۲، ط طیب اکیڈمی ملتان)

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ جلیل القدر تابعی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے شاگرد رشید ہیں، تراویح میں قرآن سنایا، اور حجاج کی طرف سے ہدیہ ملا تو قبول فرمایا، اگر ہدیہ لینا بھی اجرت اور ناجائز ہوتا تو کس طرح قبول کرتے؟

۳۔ عَنْ اُسَیْرِبْنِ عَمْرٍوقَالَ شُعْبَةُ فِیْ رِوَایَتِهٖ اَنَّ عَمَّارَبْنَ یَاسِرٍاَعْطٰی قَوْمًاقَرَأُواالْقُرْآنَ فِیْ رَمْضَانَ (اعلاء السنن جلد ۱۵، ص ۴۴۸۷، ط دارالفکر بیروت)

اُسیر بن عمرو سے روایت ہے کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے اُن لوگوں کو جنہوں نے رمضان شریف میں قرآن مجید پڑھا عطیات دیئے۔

ظاہر ہے کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جب بہت سے قاریوں کو عطیات دیئے، تو اُنھوں نے اُن سب کے پیچھے تو تراویح نہیں پڑھی، تو اُن کے عطیات سوائے ہدایا اور عطیات کے کچھ اور نہیں ہیں، جس سے معلوم ہوا کہ تراویح میں قرآن مجید سنانے والوں کو ہدایا اور عطیات دینا جائز ہے، ورنہ اگر لینا دینا حرام ہوتا تو صحابی ابن صحابی رضی اللہ عنہما نہ دیتے۔

شاید اِس پر اشکال ہو کہ اِسی روایت میں آگے درج ہے فَبَلَغَ ذَالِکَ عُمَرَ فَکَرِ ھَہٗ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک یہ خبر پہنچی تو اُنہوں نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے اِس عمل کو ناپسند فرمایا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا موقف حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے موقف کے خلاف ہے؟

جواب یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ناپسند کرنا محض تقوی کی بناء پر ہے، اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا عمل فتوی کی بناء پر ہے، ورنہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل سے حرمت یا مکروہ ہونا ثابت ہو تو تراویح پر کچھ دینے لینے کو حرام قرار دینے والے حضرات تراویح پڑھانے والوں کے لئے ہدایا دینا لینا بھی حرام قرار دیں، حالانکہ ہدایا دینا لینا تو متقدمین کے نزدیک بھی حرام یا مکروہ نہیں تھا۔

چند شبہات اور اُن کے جوابات:

اشکال 1۔ ہمارے بہت سے اکابر تراویح پر کچھ لینے دینے کو حرام قرار دیتے ہیں، اور درج بالا بحث میں جائز بتایا گیا ہے؟ آخر یہ حضرات کیوں حرام کہتے ہیں؟

جواب: جن اکابر نے حرام لکھا ہے، اُن کی عبارات سے حرام ہونے کی وجہ ایک تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُنہوں نے اجرت علی الطاعات کے اصول کو لازم پکڑا ہے، جب کہ پنجگانہ نماز کی امامت، تدریسِ قرآن، تدریسِ علوم، اذان وغیرہ میں بالاتفاق یہ اصول ترک ہو گیا ہے۔

دوسری وجہ یہ معلوم ہوئی کہ اُنہوں نے ملنے والی رقم کو چاہے طے شدہ ہو یا بغیر طے کئے خاص اُسی موقع پر دیئے جانے والے ہدایا ہوں اُنہوں کو اُس کو اُس تلاوتِ قرآن کا عوض ٹھہرایا جو تراویح میں سنائی جاتی ہے، اس لئے اُن فتاوٰی کے ذیل میں تحقیق و تخریج کرنے والے حضرات نے بھی حوالہ جات کے لئے وہ عربی عبارات درج کی ہیں جو تلاوتِ محضہ پر اجرت سے متعلق ہیں (لیکن اُن کے نزدیک بھی صرف امامتِ تراویح پر اجرت جائز ہے) یہ اُن کی ایک رائے ہے، لیکن اِس رائے کے مقابلہ میں دوسرے اُن اکابرین کی رائے بھی ہے، جو درج بالا

تحریر میں ذکر ہوئے ہیں، وہ رقم لینے دینے کی گنجائش دیتے ہیں، اور ملنے والی رقم کو چاہے طے شدہ ہو یا بغیر طے کئے ہوئے ہدایا ہوں تراویح میں ہونے والی تلاوت کا عوض نہیں ٹھہراتے، بلکہ امامت کا عوض ٹھہراتے ہیں، اور حرام قرار دینے والے اکابرین بھی امامتِ تراویح کے عوض میں ملنے والی رقم کو جائز بتارہے ہیں جیسا کہ ذکر ہوا، اور اِس کی دلیل نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں کہ ملنے والی وہ رقم تلاوت کی ہے یا امامت کی، ہر طرف رائے ہے، جو اپنے اپنے مشاہدہ اور عرف پر یا عقلی سوچ پر مبنی ہے، شوافع کے ہاں بھی امامتِ تراویح کی اجرت سے متعلق دو قول ہیں، جیسے ہمارے اکابرین کے دو قول ہیں۔

تو اِس اختلافِ رائے کی حیثیت اجتہادی اختلاف جیسی ہے، جس میں شدت اختیار کرنا جائز نہیں ہے، اجتہادی اختلاف میں ہمارے تمام علماء کے نزدیک دونوں پہلو حق ہوتے ہیں، کوئی پہلو باطل نہیں ہوتا، اور اِس کے لئے جنگ وجدال، مباحثے اور مناظرے کم از کم بہتر بات نہیں ہے، جو اپنی تحقیق میں جس رائے کو زیادہ صحیح سمجھتا ہے، وہ اُس پر چلے، دوسرے کی تغلیط شانِ علماء کے خلاف ہے، ایک دوسرے کو بُرا کہنا، محاذ قائم کردینا، طعن و تشنیع کرنا، حرام کھانے والا بتانا، غصہ وغیرہ بہتر اخلاقی رویہ نہیں کہا جاسکتا، نبی کریم ﷺ کی سنّت و شریعت یہ سبق نہیں سکھاتی ہے۔

اشکال 2۔ جب کسی کام سے متعلق دو قول ہوں جائز کا اور ناجائز کا، تو اصول ہے کہ **محرِّم** کو **مُبیح** پر ترجیح ہوتی ہے، تو پھر ناجائز ہونے کے قول کو ترجیح دینی چاہیئے؟

جواب: بات قول کی نہیں ہے، بات دلائل کی ہے، یعنی دونوں طرح کی نصوص ہوں، تو احتیاط اِس میں ہے کہ **مُحرِّم** دلائل کو ترجیح دے دی جائے، جہاں تک بات دو قولوں کی ہے، وہاں ترجیح کی کئی صورتیں فقہی کتابوں میں بیان ہوئی ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ قوتِ دلیل کو دیکھا جائے،

جس قول کی دلیل قوی ہو اُس کو ترجیح دی جائے، اور جس کی دلیل کمزور معلوم ہو اُس کو نہ لیا جائے، اب یہ ہر محقق خود دلائل دیکھ کر تحقیق کر لے، جو اُس کو قوی لگے اُس کو ترجیح دے کر لے لے، اور جو کمزور لگے اُس کو نہ لے۔

پھر اگر یہ بات مطلق لی جائے کہ ہر جگہ مُحَرِّم کو مُبِیح پر ترجیح ہوتی ہے، تو علماء حضرات بہت سی جگہوں پر مُبِیح کو ترجیح دے رہے ہیں اور مُحرّم کو چھوڑ رہے ہیں، مثلاً تعلیمِ قرآن، و تعلیمِ فقہ، اذان و اقامت و امامت پر اجرت حرام ہونے کا ائمہِ ثلاثہ کا قول اور متقدّمین احناف کا فتوی چھوڑ دیا ہے، اور اُس قول کے دلائل آیات و احادیث بھی چھوڑ دیئے ہیں، اور متأخرین کا رخصت والا قول لے لیا ہے، تو اِس مسئلہ سے متعلق یہ اصول پہلے ہی ٹوٹ چکا ہے۔

اشکال 3۔ تراویح پڑھانے پر رقم لینا اخلاص کے خلاف اور محض دنیا طلبی ہے جو بُری بات ہے؟

جواب: اخلاص کا تعلق دل والے کے دل سے ہے، اور دل کی خبر صرف اللہ تعالی کو ہوتی ہے، کسی اور کو نہیں ہوتی، اس لئے کوئی شخص کسی کے دل میں اخلاص ہونے نہ ہونے کا حکم نہیں لگا سکتا، زیادہ سے زیادہ محض گمان کر سکتا ہے جو حجت نہیں، رہا یہ کہ رقم لینا (چاہے طے شدہ ہو یا نہ) اخلاص نہ ہونے کی علامت ہے، سو ہر گز یہ بات اخلاص کے خلاف نہیں، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے لفظ ہیں،

هُوَمُخْلِصٌ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ يُصَلِّي التَّرَاوِيْحَ لِلّٰهِ تَعَالٰى مُعْتَاضٌ مِنْ حَيْثُ اَنَّهٗ يَحْضُرُالْمَكَانَ الْمُعَيَّنَ وَيُقِيْمُ الْعِبَادَةَ فِي الْوَقْتِ الَّذِيْ يُعَيِّنُهُ الْمُسْتَأْجِرُ (فاتحة العلوم ص١٦ اط المطبعة الحسينية المصرية سن ١٣٢٢ھ)

"تراویح کا امام اس اعتبار سے مخلص ہے کہ اللہ کے لئے تراویح پڑھتا ہے، اور عوض تو اس اعتبار سے لیتا ہے کہ مقرر جگہ حاضر ہوتا ہے اور مستأجر (مقتدیوں) کی طرف سے مقرر وقت میں عبادت کرتا ہے"۔

نیز عرض ہے کہ یہ اصول صرف تراویح پڑھانے والے کے لئے ہے، ہر دینی کام کرنے والے کے لئے کیوں نہیں ہے؟ اگر صرف تراتیح کے امام سے متعلق ہے تو یہ انصاف کے خلاف ہے، اور اگر ہر دینی کام کرنے والے سے متعلق ہے، تو مدارس میں قرآن مجید پڑھانے والے، حدیث وفقہ پڑھانے والے، دیگر علومِ دین پڑھانے والے، اور مساجد کے امام اور مؤذن، اور واعظین کیا ان سب کو غیر مخلص کہیں گے؟ کیوں کہ یہ سب اپنے اپنے دینی کاموں پر رقم لیتے ہیں، اور حال یہ ہے کہ تراویح والا تو طے کئے بغیر لیتا ہے، جب کہ یہ لوگ طے کر کے لیتے ہیں، اگر تراویح کا امام غیر مخلص ہے، تو یہ لوگ بطریقِ اولیٰ غیر مخلص ٹھہریں گے، لہٰذا محض رقم لینے کو اخلاص کے خلاف نہیں کہا جا سکتا۔

ساری بحث کی خاص باتیں یہ ہیں کہ،

ہمارے عرف میں تراویح پڑھانے والے حافظ جو اکثر مستقل امام ہوتے ہیں، اُن کو تراویح میں ختم سنانے پر جو کچھ دیا جاتا ہے، وہ اجرت کی تعریف میں داخل نہیں، بلکہ وہ ہدیہ ہے، اور کسی بھی دینی کام کرنے والے کو ہدیہ پیش کرنا نہ متقدمین کے نزدیک ناجائز رہا ہے، نہ متاخرین کے نزدیک ناجائز ہے۔

اُجرت پہلے سے طے کی ہوئی رقم کی خاص متعین مقدار کو کہتے ہیں، کسی حد تک اُجرت بمعنی تنخواہ یا مشاہرہ کی بھی گنجائش ہے۔ کیوں کہ جماعت تراویح شعائر دین میں اور ختم قرآن مجید شعائر اہل سنت والجماعت میں داخل ہے۔

جو علماء شدت اختیار فرماتے ہیں وہ بھی اس درجہ گنجائش دیتے ہیں کہ تراویح کے ختم والے دن رقم نہ دی جائے، آگے پیچھے کسی دن ہدیہ کے طور پر امام صاحب کی خدمت کر لی جائے۔

ایسے ہی یہ بھی گنجائش دیتے ہیں کہ مستقل امام کی مقرر تنخواہ رمضان شریف میں کئی گنا زیادہ کر دی جائے۔

مناسب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اماموں کو بجائے ختم والے دن کے رمضان شریف کے درمیان میں رقم دے دی جائے تاکہ وہ اپنی اور بچوں کی عید کی خوشیوں کی تیاری کر سکیں۔

فقط واللہ اعلم بالصواب

مجیب الرحمن عفااللہ عنہ ڈیرہ اسماعیل خان۔

۱۵شوال سنہ ۱۴۴۳ھ،۱۶مئی سنہ ۲۰۲۲ء